فہرست

لمعات:

برقی توانائی کا بحران یا منصوبہ بندی کا فقدان	ابوانیس فاروقی	3
اختلافِ قرأت (قرآن کے خلاف ایک گہری سازش)	غلام احمد پرویزؒ	9
پاکستانی مصاحف کی حالت زار (پرتبصرہ)	حافظ عبدالکریم اثری	25
موجودہ دور میں تبلیغ اسلام کا طریقہ	خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی	45
شاید کہ تم غور کرو	جمیل احمد عدیل	51
بالآخر ہمیں ایک قوم بننا ہی ہوگا!!	شفقت محمود	54

ENGLISH SECTION

LAWS OF NATURE

By Maj Gen (Rtd) Ihsan-ul-Haq 1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ابو انیس فاروقی)

لمعات

برقی توانائی کا بُحران یا منصوبہ بندی کا فقدان

2008ء میں ملک عزیز کے ایک ماہانہ مؤقر جریدے میں اپنے ایک مطبوعہ مضمون بعنوان ''جاگیرداری وسرمایہ داری کی موت وفنا میں ملک عزیز پاکستان کی حیات وبقا'' میں تفصیل سے عرض کیا تھا کہ اس ملک کے مسائل اس وقت تک حل طلب رہیں گے جب تک یہاں جاگیرداری وسرمایہ داری کا عفریت پروان چڑھتا رہے گا۔ تقسیم ہند کے ساتھ ہی اگر زرعی زمینوں کی ایک خاص تناسب سے عادلانہ تقسیم ہو جاتی اور محنت کش کاشتکاروں کے حوالے کر دی جاتیں تو کافی حد تک مشکلات پر قابو پایا جا سکتا تھا۔ یہ زمینیں وڈیروں' نوابوں اور خانوں کو انگریز نے کاسہ لیسی اور چاپلوسی کے عوض اس شرط پر عطا کی تھیں کہ وہ اپنے زیر اثر مفلوک' مجبور اور مقہور لوگوں کو زیر مزارعت وملازمت رکھیں اور محض نانِ جویں پر زندہ رکھ کر استعمار کی غلامی پر آمادہ رکھیں۔ گوروں نے اپنے دور میں ہند کے لوگوں کو ہر انداز میں غلامی کے شکنجے میں کسے رکھا مگر جزائر برطانیہ کی حدود میں اپنے عوام کو جمہوری روح (اگرچہ وہاں بھی ملوکانہ جمہوریت تھی) کے مطابق آسودہ رکھا۔ جاتے جاتے ہند کی تقسیم کے بعد خصوصاً پاکستانی عوام کو اپنی معنوی ذریت کے حوالے کر گیا۔ یہی وجہ ہے یہ بے چارے آج تک اپنے تن سے غلامی کا چولا اتار سکے نہ اس خو سے چھٹکارا پا سکے نتیجہ پاکستان ''مسائلستان'' بن گیا۔ اگر ملک عزیز کے قائداعظم علیہ الرحمہ زندہ رہتے تو شاید بلکہ یقیناً کوئی مؤثر لائحہ عمل دے جاتے۔ شومئی قسمت وہ اور ان کے وفاکیش ساتھی ہم سے جلد ہی رخصت ہو گئے ان کے بعد تو یہ قوم ایک لحاظ سے لاوارث ہو گئی اور مسلسل دلدل میں دھنستی چلی گئی پھر

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

پیچ در پیچ مسائل ومصائب میں الجھے پاکستان اور اس کے بے حال عوام کے ان دنوں سب سے بڑے مسائل روز افزوں مہنگائی اور توانائی (بجلی) کا بحران ہے۔ پیدا شدہ مسائل ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر پیوستہ اور جڑے ہوئے ہیں کہ ایک کی وجہ سے دوسرا مسئلہ پیدا ہوتا چلا جا رہا ہے یوں سمجھیں مسائل کی ڈور ایسے الجھی ہے کہ اس کے سلجھاؤ کے

لئے ڈھونڈ و تو سرا نہیں ملتا۔ قرآن مجید کے الفاظ میں یہ سب کچھ اپنے کئے دھرے کا نتیجہ ہے۔ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (النحل:112)۔ جس کی وضاحت ان لفظوں میں ہوئی۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (الروم:41)۔

خشکی اور تری میں لوگوں کے (اپنے) اعمال (کرتوتوں) کے باعث فساد (ہی فساد) برپا ہو گیا۔

ملک عزیز اپنے جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے خط استواء کے اس مقام پر واقع ہے جہاں کوہ و دَمَن اور صحراؤں و دریاؤں کی فراوانی ہے۔ اس پر مستزاد فصول اربعہ کی بے پایاں عنایت ربانی ہے۔ جس ملک کو ایسی فطری خصوصیات (Features) عطا ہوں وہاں کے عوام افلاس زدہ اور مفلوک الحال ہو کر رہ جائیں کیسے باور کر لیا جائے! جب سے یہ معرض وجود میں آیا ہے تب سے ایسے غاصبوں کا تسلط رہا ہے جو استعماروں کا آلہ کار رہے ہیں اور نسل در نسل وہی لوگ گذشتہ باسٹھ سالوں سے سیاہ وسفید کے مالک چلے آ رہے ہیں۔ خاندانی وموروثی سیاست کی بدولت ایک ہی مزاج و معیار کے افراد اس ملک اور عوام کو بار بار دیکھنے اور آزمانے کو ملتے ہیں جن میں ''قومی سوچ'' کا فقدان ہے ایسے فکری اپاہجوں سے اچھائی کی توقع آخر کیونکر ممکن ہے۔ انفرادی مفادات کی ''ہوشربا ہوس'' نے سیاسی جماعتوں اور ان کے زعماء کو اجتماعی مفادات ومقاصد کے لئے کبھی آمادہ ہونے ہی نہیں دیا۔

اس ملک میں اس قدر متبادل اور گوناگوں وسائل ہیں جنہیں استعمال میں لا کر ہم برقی توانائی میں نہ صرف خود کفیل ہو سکتے ہیں بلکہ قرب و جوار میں ضرورت مندوں کو بھی توانائی مہیا کر سکتے ہیں۔ دنیا میں پاکستان ایسے جغرافیائی محل وقوع رکھنے والے ہر ملک کے پاس بجلی پیدا کرنے کے متنوع ذرائع ہیں: آبی وسائل' یک سمتی ساحلی ہوائیں' وافر آفتابی تمازت وحرارت' معدنی ذخائر اور جوہری توانائی وغیرہ ان تمام وسائل سے ہمارا ملک مالا مال ہے۔

شمالی علاقوں میں پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جہاں جنگلات کی کثرت کے باعث جنوبی علاقوں میں واقع سمندروں کی سطح سے اٹھنے والے پانی بھرے بادل تیز ہواؤں کے ذریعے یہاں پہنچ کر خوب برستے ہیں۔ وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ (الحجر:22)۔ معاً یہاں اکثر بالائی سطح پر جب درجہ حرارت نقطہ انجماد پر پہنچتا ہے تو برفباری کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِن جِبَالٍ فِيهَا مِن بَرَدٍ (النور:43)۔ پہاڑ برف پوش ہو جاتے ہیں اس طرح یہاں اس شکل میں بے پناہ پانی ذخیرہ ہو جاتا ہے جو ہزار بلکہ لاکھ انسانی کاوشوں سے ممکن نہیں۔ وَمَا أَنتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ (الحجر:22)۔ جو بعد ازاں ایک خاص درجہ حرارت پر پگھل کر چھوٹے چھوٹے ندی نالوں (Catchment areas) کے ذریعے ایک مقام پر اکٹھا ہو جاتا ہے اور دریا کی شکل اختیار

کر لیتا ہے۔ **فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا** (الرعد: 17)۔ اب چاہے اس سے فائدہ اٹھائے بغیر سمندروں میں دوبارہ بھیج دیا جائے یا انہیں ذخیرہ کر کے ایک خاص سطح تک (ہیڈ ورکس کے ذریعے) بلند کرنے کے بعد ٹربائینیں **(Turbines)** چلا کر بجلی پیدا کر لی جائے۔ ماضی میں چند ایک بڑے ہیڈ ورکس تعمیر کر کے ہم نے پن بجلی پیدا کی ان میں اکثر منصوبے ایوبی دور میں مکمل ہوئے جو اپنی مدت پوری کر چکے اس کے ساتھ ہی مزید ڈیم **(Dams)** بنانے کی ضرورت تھی جن میں کالا باغ ڈیم بھی شامل تھا جو اپنے فطری ماحول اور محل وقوع کے حوالے سے انتہائی محفوظ، کم خرچ اور ملکی ضروریات پورا کرنے کی کامل استعداد کے قابل تھا مگر ابھی تک سیاست کاروں کی آویزش کا شکار یہ منصوبہ تشنۂ تعمیر ہے۔ ایسا ممکن نہ تھا تو بڑے بڑے ڈیموں کی تعمیر کے بجائے اگر ہم نے گذشتہ باسٹھ سالوں میں چھوٹے چھوٹے منصوبوں پر مسلسل کام جاری رکھا ہوتا تو مقامی ضرورتوں کو پورا کر کے موجودہ ناگفتہ بہ صورتحال سے یقیناً بچا جا سکتا تھا بالخصوص بڑی بڑی نہروں پر پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ زیریں علاقوں تک چھوٹے چھوٹے ہیڈ ورکس تعمیر کر کے مقامی ضروریات پورا کرنے کے لئے بجلی پیدا کی جا سکتی تھی۔

بلوچستان میں اپنے قیام کے دوران میں نے دیکھا کہ اکثر مقامات پر دو پہاڑوں کے درمیان کم فاصلہ ہونے کی بنیاد پر بند (ہیڈ ورکس) تعمیر کئے جا سکتے ہیں ان پہاڑوں کے عقب میں بے پناہ جگہ اور مناسب ڈھلوان ہونے کی وجہ سے کافی مقدار میں پانی ذخیرہ کر کے چھوٹے چھوٹے پن بجلی گھر تعمیر کرنا آسان ہے۔ بالائی علاقوں سے زیریں مقامات پر پہنچ کر پانی جب رودکوہیوں سے گذرتا ہے تو اس قدر اس کا دباؤ ہوتا ہے کہ اکثر اوقات سواریوں سے بھری گاڑیوں یا سامان سے لدے ٹرکوں کا اسے عبور کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان علاقوں میں پانی کے نشیب کی طرف بہاؤ میں فطرتاً شدید دباؤ ہوتا ہے جو چھوٹے جنریٹر چلانے کے لئے خاطر خواہ فائدہ مند ہے۔ پانی کی ان قدرتی گذرگاہوں پر دیواریں **(Brakers)** کھڑی کر کے نشیب میں دور تک پن بجلی کے چھوٹے یونٹ لگا کر اس علاقے کے مکینوں کو بجلی مہیا کی جا سکتی ہے اور زراعت کے لئے پانی استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ تاہم یہ جز وقتی منصوبے ہو سکتے ہیں جن کا انحصار محض بارشوں پر ہے۔ 2001ء میں اس وقت کے ایک مینگل گورنر نے ایک دو مقامات پر اس قسم کے چھوٹے ڈیموں کا افتتاح کیا تھا مگر صرف پانی ذخیرہ کرنے کے لئے۔ جب کہ شاید ابھی تک بجلی کی جنریشن کے لئے کوئی کام نہیں ہوا۔

فورٹ منرو کے پہاڑوں سے اترتے ہی رَکھنی سے آگے پہاڑوں کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جن کے درمیان گذرگاہیں یا شاہراہیں بظاہر یکساں سطح کی لگتی ہیں مگر کسی بالا مقام سے نظارہ کیا جائے تو ان میں خاصا ڈھلوان ہے جہاں پانی ذخیرہ کر کے دوہرا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے ایک تو جب پہاڑوں سے پانی دامن میں آتا ہے تو پیداواری صلاحیت کی حامل زرخیز مٹی ساتھ لاتا ہے جس کے قدرتی اجزاء کسی قسم کی کھاد یا فرٹیلائزر سے قطعاً بے نیاز ہوتے ہیں۔ دوسرے اسی

پانی کو ذخیرہ کر کے بجلی پیدا کر کے مقامی ضروریات کو پورا کیا جا سکتا ہے۔

بھارت سے دریائی پانی کی تقسیم پر ہم نے ہر سطح پر خوب دہائی دی مگر اپنے آبی وسائل کو محفوظ کرنے میں مجرمانہ غفلت سے کام لیتے رہے۔ حال ہی میں ہماری منتظمہ کی حکمت عملی کا بھرم اس وقت کھل گیا جب ہنزہ میں عطاء آباد کے مقام پر ایک ہنگامی اور پرفتن جھیل وجود میں آ گئی جس سے بے تحاشا عوامی وریاستی نقصان ہوا پانی کے اتنے بڑے ذخیرے کو ضبط و محفوظ کرنے میں ہم جس کسمپرسی کا شکار رہے وہ سب کے سامنے ہے۔ نیتوں میں فتور نہ ہو تو اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے قدرت کے عطا کردہ شاندار وسائل سے بھرپور استفادہ ممکن ہے۔

ساحل سمندر سے چلنے والی ہوائیں عموماً یک سمتی ہوتی ہیں مثلاً جن لوگوں نے کراچی سے حیدرآباد اور آگے اندرون سندھ تک سفر کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ ہوائیں یک سمتی ہونے کے ساتھ اس قدر تیز ہوتی ہیں کہ ہاتھ سے نکلتا رومال یا کوئی چیز آسانی سے قابو نہیں آتی۔ حیدرآباد اور آس پاس کے علاقوں میں لوگوں نے مدتوں سے اپنے گھروں کی تعمیر بھی اس انداز میں کر رکھی ہے کہ آسانی سے ان کے گھروں میں ان ہواؤں کا گذر ہو سکے۔ خاص طور پر گھروں کی بالائی چھت سے لے کر زیریں کمرے تک ایسے چمنی نما روشندان (بطور ایئر کنڈیشنر) بنا رکھے ہیں کہ تازہ ہوا ان سے گذر کر آخر تک پہنچ جائے اور ضرورت کے مطابق جس کمرے میں ضرورت ہو تو اس خول دار ستون سے مطلوبہ کمرے میں سوراخ کھول لیا جائے۔ کراچی اور حیدرآباد کے درمیان اس قدر وسیع علاقہ خالی پڑا ہے جہاں ان یک سمتی ساحلی ہواؤں سے پَوَن چکیاں (Wind Mills) چلا دی جائیں تو پورا ملک نہ سہی ان علاقوں میں جہاں ان ہواؤں کا گذر ہے جنریٹر چلا کر وہاں کے باسیوں کو وسیع پیمانے پر ارزاں بجلی مہیا کی جا سکتی ہے۔ ہمارے زیادہ تر سمندری ساحل سندھ اور بلوچستان میں واقع ہیں۔ ان ہواؤں کی رسائی (Approach) ساحلوں سے بہت دور آبادیوں تک ہے۔ ایک جائزے کے مطابق پاکستان میں پَوَن چکیوں سے پچاس ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کی جا سکتی ہے مگر اس وقت صرف سو میگاواٹ بجلی پیدا کی جا رہی ہے۔ چین میں پون چکیوں سے **2500** جب کہ بھارت میں **1800** میگاواٹ بجلی پیدا کی جا رہی ہے۔

پنجاب، سندھ اور بلوچستان کا کافی علاقہ طلوع آفتاب کے بعد دھیرے دھیرے سورج کے سامنے آ جاتا ہے اور کافی دیر تک تمازت یا حرات برقرار رہتی ہے۔ اگر بڑے پیمانے پر کوئی منصوبہ قابل عمل نہ ہو تو شمسی توانائی کے استعمال سے برقی توانائی کا حصول چھوٹے یونٹوں کے ذریعے ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ یہ چھوٹے یونٹ گھریلو استعمال کے لئے آسان اقساط پر مذکورہ علاقوں کے مکینوں کو مہیا کئے جائیں تو آبی وسائل سے حاصل ہونے والی برقی توانائی کو مشکل حالات میں محفوظ کیا جا سکتا ہے تاکہ بوقت ضرورت صنعت و زراعت کے لئے استعمال میں لائی جا سکے۔ اس طرح عوامی بے چینی کے ساتھ حکومتی

اضطراب بھی کم ہوسکتا ہے۔ جب سے ملک عزیز معرض وجود میں آیا ہے شمسی توانائی کے استعمال کے لئے کسی بڑے منصوبے پر ہنوز عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ البتہ ملک کے مختلف شہروں میں اِکا دُکا چھوٹے یونٹ کام کرتے دکھائی دیتے ہیں بعض کاشتکاروں نے اپنے وسائل استعمال میں لاکر اپنی مدد آپ کے تحت زراعت کے لئے شمسی توانائی کے ذریعے ضرورت کے وقت ٹیوب ویل چلا رکھے ہیں۔ انفرادی سطح پر اگرچہ ایسے یونٹ مہنگے پڑتے ہیں مگر مشکل ترین حالات میں یہ نعمت سے کم نہیں کہ زرعی محنت کو اکارت جانے سے بچا جا سکتا ہے۔ حال ہی میں سولر واٹر پمپ کا اسلام آباد میں تجربہ ہوا ہے جسے عظیم پڑوسی ملک چین سے درآمد کیا گیا ہے اس سسٹم کے تحت چلنے والا پمپ کم از کم پچیس سال تک کارآمد ہے۔

اسی طرح بلوچستان میں اکثر اور سندھ میں بعض مقامات پر کوئلے کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ تھرکول کے بارے میں ہمارے ملک کے ایک معروف سائنسدان نے حال ہی میں انتہائی اہم انکشاف کیا ہے کہ جدید بنیادوں پر کوئلے (کول) کو استعمال کر کے جہاں ٹرانسپورٹ کے اخراجات بچائے جاسکتے ہیں۔ وہاں یہ ذخائر آئندہ آٹھ سو سال تک بجلی پیدا کرنے کے لئے کافی ہیں۔ مگر وائے افسوس دیگر کئی معدنی وسائل کی طرح اس اہم خزانے سے ابھی تک استفادہ نہیں ہو سکا۔ حالانکہ ان کو دریافت کئے سولہ سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے (جس کی مقدار 200 ارب ٹن بتائی جاتی ہے)۔ خلاق عالم کی اس بے پناہ عطا کے باوجود بے حال عوام کسمپرسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں جن کے ہاتھوں میں کشکول گداگری تھما دیا گیا ہے۔ جب قوم کے راہنما گداگری میں دی گئی وہ رقم جو بمع سود قابل واپسی ہے' پر باچھیں کھلا کر حمیت نا آشنا کامیابی پر اتراتے پھریں وہ بھلا قوم کے اجتماعی مفاد اور آئندہ نسل کی بقاء کا کیا سوچ سکتے ہیں ہر لحاظ سے ''ڈنگ ٹپاؤ'' کام کر کے اپنی تجوریاں بھرنے میں مصروف ہیں۔ بعض قومی درد اور اجتماعی سوچ کے حامل افراد نے ''جوہری توانائی'' کے حصول میں شبانہ روز کاوشیں کی ہیں اس سے بھی ہم نے حسب حال فائدہ نہیں اٹھایا ''ایٹمی طاقت'' کا دعویٰ رکھنے کے باوجود ہم اپنا بھرم نہ رکھ سکے۔ پورا ملک تاریکیوں میں ڈوب چکا ہے۔ دیا جلانے کے لئے مٹی کا تیل بھی بجلی کے یونٹ سے زیادہ مہنگا کر دیا گیا ہے۔ صرف رینٹل پاور پلانٹس کی (ذاتی مفادات کے تحت) پذیرائی کے لئے ملک وقوم کو اس جانکاہ صورت حال میں قصداً دھکیل دیا گیا ہے ورنہ ملک عزیز پاکستان میں برقی توانائی کے حصول کے لئے قدرت کے انمول اور وافر وسائل کی کمی نہیں۔ ان وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چھوٹے منصوبوں پر فوری عملدرآمد کر کے قوم کو اندھیروں سے نکالا جا سکتا ہے۔

اس وقت ترقی یافتہ ممالک بالخصوص جاپان اور چین کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ اول الذکر کے یہاں معدنی وسائل نہ ہونے کے برابر ہیں اس سے بڑھ کر انیسویں صدی کے وسط تک جاگیردار سفاکوں کے چنگل میں رہا پھر ناگاساکی اور ہیروشما کا ہولناک حادثہ اس پر سَوا ان تمام محرومیوں اور بربادیوں کے باوجود اس قوم نے عزم بالجزم کے

ساتھ انقلاب کی جب ٹھان لی تو ہر ممکن طریقے سے وسائل خرید کر اپنے ملک کو صنعتی انقلاب کی اس سطح پر لا کھڑا کیا جو نہ صرف لائق تعریف بلکہ قابل رشک اور تقلید بھی ہے۔ اس انقلاب کے آغاز ہی میں یورپ کے مقابل اپنی مصنوعات کو دنیا میں متعارف کروا دیا۔ اسی طرح چین اپنے کوہساروں اور میدانوں میں چھوٹے چھوٹے بجلی گھر تعمیر کر کے مقامی آبادیوں کو آسودہ کرنے کے بعد قومی سطح پر صنعتی ضروریات کے لئے برقی توانائی بلا قیمت مہیا کر رہا ہے۔ کوئی ہے اس میدان میں اس کے مقابل !!! محفوظ اثاثوں کے حوالے سے دنیا کے پہلے تین ممالک میں شامل ہو چکا ہے اور دنیا کی عالمی طاقت اسی کی مقروض ہے۔ کل جو اسے ایک آنکھ نہ بھاتا تھا آج مالی استمداد کے لئے اس کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہے۔ جی ہاں۔ یہ وہی چین ہے جو ہم سے ایک سال بعد آزادی کی نعمت سے بہرہ ور ہوا۔ نشہ بازوں کی آماجگاہ تھا۔ غربت وافلاس کی اس سطح پر تھا کہ روٹی کے چند نوالوں کے لئے ڈیڑھ لاکھ چینیوں کو بطور قلی کیوبا بھیجنا پڑا اور لگ بھگ اتنی ہی بڑی تعداد کو 1860ء میں پیرو (Paro) کے اندر غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہونا پڑا اور آج وہی چین ایک عظیم الشان طاقت کے طور پر خریطہ عالم پر اس شان سے ابھرا ہے کہ جس کی نظیر شاید و باید دنیا کی کون سی منڈی ہے جہاں "Made in China" کے جلی عنوان سے اس کی مصنوعات و منتوجات موجود نہ ہوں۔ چھا گیا ہے صرف اس لئے کہ ''قومی جذبے'' کے ساتھ میدان عمل میں اترا اور اپنے بے عمل و بدکردار رجعت پسندوں سے خلاصی پا کر نئی نسل کو جدت یعنی جدید علوم وفنون پڑھنے اور سیکھنے کی راہ پر ڈال دیا جس نے چھوٹے بڑے منصوبوں پر اپنے وسائل سے عملدرآمد کر کے بڑی طاقتوں کو لرزہ براندام کر دیا ہے۔ بالخصوص شہنشاہ عالم امریکہ کو جس کے ہم من حیث القوم اپنی متوارث قیادت کے طفیل نسل در نسل غلام چلے آرہے ہیں۔

فاعتبروا یاولی الابصار

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکرِ قرآنِ مجید علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو DVD پر دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔

قیمت 20 کراؤن فی سی۔ڈی علاوہ ڈاک خرچ میں طلب کیجئے۔

سی ڈی اور کتب کی خریداری ☆ بیرون ملک bazmdenmark@gmail.com

☆ اندرون ملک فون: 5753666 42 92+ ای میل: trust@toluislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اختلافِ قرأت

(قرآن کے خلاف ایک گہری سازش)

طلوعِ اسلام میں گذشتہ کچھ مہینوں سے ''اختلافِ قرأت'' کے عنوان سے جو بحث جاری ہے اس نے قرآنی حلقہ میں بڑی دلچسپی پیدا کردی ہے۔ اس ضمن میں ہمیں بکثرت خطوط موصول ہو رہے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ ہم تو اختلافِ قرأت سے یہی سمجھتے تھے کہ (مثلاً) حجاز کے قاری' قرآن کریم کی تلاوت اپنے لحن اور لہجہ سے کرتے ہیں اور مصری قاری اپنے لحن سے۔ یعنی قرأت سے مراد' قرآن مجید کے پڑھنے کا انداز ہے' اور بس۔ لیکن اس بحث سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد کچھ اور ہے۔ یعنی یہ قرآنی آیات کے متن کا اختلاف ہے۔ ان احباب کا تقاضا ہے کہ اس موضوع پر ذرا وضاحت سے لکھا جائے تا کہ یہ بات سمجھ میں آجائے کہ قرآنی آیات میں اختلاف کا تصور کب پیدا ہوا اور آج اس کی پوزیشن کیا ہے۔ طلوعِ اسلام میں اس موضوع پر تفصیل سے لکھا جا چکا ہے لیکن وہ ایک عرصہ کی بات ہے۔ (طلوعِ اسلام' بابت نومبر 1952ء میں اس موضوع پر ایک مبسوط مقالہ شائع ہوا تھا جو اس کے بعد' ادارہ کی طرف سے شائع کردہ کتاب ''مقامِ حدیث'' میں بھی (نظرِ ثانی کے بعد) درج کر دیا گیا تھا)۔ ذیل میں انہی' سے مقتبس تصریحات ملخصاً درج کی جاتی ہیں۔

دین کا مدار تمام تر یقین پر ہے۔ یہی وہ اصل و بنیاد ہے جس پر اس کی پوری عمارت اٹھتی ہے یقین اس امر کا کہ جس بات کو ہم دینی کہتے ہیں وہ بلا شک وشبہ خدا کی طرف سے ہے۔ اگر اس بنیاد میں ذرا سا بھی تزلزل پیدا ہو جائے تو دین کی ساری عمارت نیچے آ گرتی ہے اس میں تھوڑے اور بہت کا سوال ہی نہیں۔ مثلاً ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام پر اپنی وحی نازل کی اور اصل و بنیاد کے اعتبار سے انہیں بھی وہی ''دین'' عطا کیا جو قرآن میں ہے۔ آج یہود اور نصاریٰ دونوں اس کے مدعی ہیں کہ ان کے پاس تورات اور انجیل موجود ہے لیکن اس کے باوجود ہم ان کتابوں کو دین نہیں مانتے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے اور وہ یہ کہ ان کتابوں میں تغیر و تبدل ہو چکا ہے اور ہم آج یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ جو کچھ ان میں موجود ہے وہ وہی ہے جو ان انبیاء کرام کی طرف نازل ہوا تھا۔ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں کچھ باتیں تو ایسی ہوں گی جن میں رد و بدل نہیں ہوا۔ ان باتوں کو تو دین ماننا

چاہئے۔ یہ ٹھیک ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان میں کچھ باتیں ایسی ضرور ہوں گی لیکن جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے دین کے جس معاملہ میں ذرا سا بھی شک اور شبہ پیدا ہو جائے وہ دین نہیں رہ سکتا۔ اس لئے تورات وانجیل دینی کتابیں تسلیم نہیں کی جا سکتیں۔ اس کے برعکس قرآن کریم کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ یہ لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً ''الحمد'' سے ''والناس'' تک بعینہٖ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کیا۔ اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دیا۔ یعنی قرآن مجید جس شکل میں ہمارے پاس موجود ہے اسے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح مرتب اور مدون شکل میں امت کو دیا تھا' اور اس کے بعد اس میں ایک شعشہ تک کی بھی تبدیلی یا حک و اضافہ نہیں ہوا۔ (اس حقیقت کو ادارہ کی طرف سے شائع کردہ کتاب۔۔۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں۔۔ کے آخری باب میں تفصیل سے لکھا اور ثابت کیا گیا ہے)۔ اب سوچئے کہ اگر کسی کے دل میں اس چیز کے متعلق ذرا سا بھی شبہ پیدا ہو جائے تو اس کے نزدیک قرآن دین کا ضابطہ نہیں بن سکتا۔ اس کی حیثیت بھی وہی ہو جائے گی جو انجیل اور تورات کی ہے۔

عجمی سازشوں نے جہاں حقیقی اسلام کی جگہ ایک بالکل نیا اسلام وضع کر کے مسلمانوں میں عام کر دیا اس کے ساتھ ہی انہوں نے چپکے ہی چپکے ایسی کوششیں بھی کیں جن سے یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ قرآن بھی اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہیں رہا۔ یہ اس سازش کا اتنا بڑا حربہ تھا جس نے فی الواقعہ دین کی عمارت کو متزلزل کر دیا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے قرآن کی جمع و تدوین کے متعلق عجیب و غریب داستانیں وضع کیں اور انہیں روایات کے مجموعوں میں بھر دیا۔ اس ضمن میں حافظ ابوبکر عبداللہ ابن ابی داؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی کی شہرہ آفاق کتاب ''کتاب المصاحف'' ایک خاص اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس میں قرآن کریم سے متعلق ان تمام روایات کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ روایتیں اکثر صحاح ستہ اور دوسری مستند کتب روایات میں منتشر طور پر موجود ہیں۔

کتاب المصاحف: یہ کتاب ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد کی تصنیف ہے جن کا سنہ پیدائش 230ھ اور سنہ وفات 316ھ ہے۔ آپ حدیث کے مشہور امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (جن کی کتاب سنن ابوداؤد صحاح ستہ میں شمار کی جاتی ہے) کے بیٹے ہیں۔ آپ کی کتاب المصاحف علمائے حدیث کے ہاں بہت مستند کتابوں میں شمار کی جاتی ہے چنانچہ اکثر متقدمین کتابوں میں اس کتاب کے حوالے ملتے ہیں۔ امام ابن الجزریؒ نے ان کو 'ثقہ' 'کبیر' 'مامون' کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

مصنف کے اس مختصر تعارف کے بعد ہم آپ کو کتاب المصاحف کے جستہ جستہ مقامات سے روشناس

کراتے ہیں۔ سنتے جائیے اور سر دُھنتے جائیے۔

قرآن کو حضورﷺ نے جمع نہیں کیا بلکہ حضرت صدیق اکبرؓ نے جمع کرایا: (1) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابتؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جس سال اہل یمامہ کا قتل ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجھے آدمی بھیج کر بلایا۔ وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ ابوبکرؓ کہنے لگے کہ یہ (عمرؓ) میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ قرآن کے قاریوں کے ساتھ قتل کی گرم بازاری ہوگئی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ دوسرے مواقع پر بھی یہی گرم بازاری ہو اور اس طرح قرآن ضائع ہو جائے۔ میری رائے ہے کہ قرآن کو جمع کرلو۔ میں نے عمرؓ سے کہا کہ جو کام رسول اللہﷺ نے نہیں کیا وہ تم کیسے کرتے ہو۔ عمرؓ نے کہا بخدا یہ کام اچھا ہی ہے اور اس بارہ میں مجھ سے برابر کہتے رہے حتیٰ کہ جس چیز کے لئے خدا نے ان کا شرح صدر کر دیا تھا میرا بھی شرح صدر کر دیا اور میری رائے بھی وہی ہوگئی جو ان کی تھی۔ ابوبکرؓ مجھ سے کہنے لگے تم نوجوان اور عقلمند آدمی ہو اور رسول اللہﷺ کے لئے وحی لکھتے رہے ہو۔ ہم تمہیں متہم نہیں سمجھتے لہٰذا تم قرآن کو لکھ لو۔ زیدؓ بن ثابت کہتے ہیں کہ بخدا اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ لے جانے کو کہتے تو وہ مجھ پر اس کام سے زیادہ دشوار نہ ہوتا۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ جو کام رسول اللہﷺ نے نہیں کیا وہ کام تم کیسے کرتے ہو۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کہنے لگے کہ بخدا یہ کام اچھا ہی ہے۔ چنانچہ ابوبکرؓ اور عمرؓ برابر مجھ سے کہتے رہے حتیٰ کہ جس امر کے لئے ان دونوں کو شرح صدر ہو چکا تھا مجھے بھی شرح صدر ہوگیا اور وہی میری رائے بھی ہوگئی جو ان دونوں کی رائے تھی۔ چنانچہ لکھنے کے لئے میں نے کاغذ کے ٹکڑوں، کھجور کے پٹھوں، پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں (حافظوں) سے تلاش کرنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ ایک آیت جو میں حضورﷺ کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا مجھے نہیں ملی یعنی **لقد جاء کم رسول من انفسکم** (الآیہ) چنانچہ میں نے اس کو ڈھونڈا۔ بالآخر خزیمہ بن ثابت کے پاس ملی اور میں نے اس کو اس کی سورۃ میں لکھ دیا۔

صدیق اکبرؓ کے زمانے میں قرآن کیونکر جمع کیا گیا:

(2) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عروہ بن زبیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب بہت سے قاری قتل ہو گئے تو ابوبکرؓ کو یہ خوف ہوا کہ اس طرح تو قرآن ہی ضائع ہو جائے گا۔ آخر انہوں نے عمرؓ اور زیدؓ ابن ثابتؓ سے کہا کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو شخص کتاب اللہ کے متعلق کسی چیز پر دو گواہ پیش کر دے اس کو قرآن میں لکھ لو۔

(3) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عبد خیر سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ مصاحف کے بارہ میں سب سے بڑا ثواب ابوبکرؓ کو ملے گا۔ خدا ابوبکرؓ پر رحم فرمائے۔ وہی پہلے شخص ہیں جس نے قرآن کو لوحین کے درمیان جمع کر دیا۔

قرآن صدیق اکبرؓ نے خود جمع کیا اور حضرت زیدؓ نے نظرِ ثانی فرمائی: (4) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ سالم اور خارجہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے قرآن کو کاغذات میں جمع تو کر لیا تھا مگر زید بن ثابتؓ سے درخواست کی تھی کہ ان کو ایک نظر دیکھ لیں۔ زید ابن ثابتؓ نے اس سے انکار کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے عمرؓ سے مدد چاہی کہ وہ زید بن ثابتؓ کو راضی کرا دیں۔ چنانچہ عمرؓ نے انہیں راضی کرا دیا اور نظرِ ثانی کر دی۔ یہ کتابیں ابوبکرؓ کی وفات تک ان کے پاس رہیں پھر عمرؓ کی وفات تک ان کے پاس رہیں۔ پھر حضرت حفصہؓ اہلیہ رسول اللہ ﷺ کے پاس رہیں۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں منگوایا تو حفصہؓ نے ان کو دینے سے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ عثمانؓ سے عہد لیا کہ وہ انہیں واپس کر دیں گے اور اس شرط کے ساتھ بھیج دیں۔ چنانچہ عثمانؓ نے ان کو مصحفوں میں لکھ کر حفصہؓ کو وہ کتابیں واپس کر دیں۔ اور وہ ان ہی کے پاس رہیں حتیٰ کہ مروان نے اپنے زمانے میں انہیں لے کر جلا دیا۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایسے اہم واقعہ کے متعلق ایک بیان دوسرے سے کس طرح ٹکراتا جا رہا ہے۔ لیکن بایں ہمہ یہاں تک یہ کہا گیا ہے کہ قرآن رسول اللہ ﷺ نے مرتب کر کے نہیں دیا تھا بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں مرتب ہوا تھا۔ اب ایک قدم اور آگے بڑھئے۔

جمع قرآن کا کام صدیق اکبرؓ نے نہیں بلکہ حضرت عمرؓ نے شروع کیا اور عثمانؓ نے تکمیل کی: (5) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن صاطب سے نقل کرتے ہیں کہ عمر ابن الخطابؓ نے قرآن کو جمع کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے لئے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ بھی قرآن حاصل کیا ہو اسے ہمارے پاس لے آئے۔ لوگوں نے قرآن کو کاغذات پر، لکڑی کی تختیوں پر اور کھجور کے پٹھوں پر لکھ رکھا تھا اور عمرؓ کسی شخص سے کوئی چیز اس وقت تک قبول نہیں کرتے تھے جب تک دو گواہ گواہی نہ دیں۔ اسی اثناء میں عمرؓ شہید ہو گئے تو عثمانؓ ابن عفان کھڑے ہوئے اور انہوں نے لوگوں سے کہا کہ جس کے پاس کتاب اللہ کا کچھ حصہ ہو وہ ہمارے پاس لے آئے اور یہ بھی اس وقت تک کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے جب تک دو گواہ گواہی نہ دے دیں۔ چنانچہ خزیمہ ابن ثابت آئے اور کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں تم نے دو آیتیں لکھنے سے چھوڑ دی ہیں۔ پوچھا گیا وہ کون سی دو آیتیں ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے یہ دو آیتیں حاصل کی تھیں ”**لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ**“ (9:128)- آخر سورت تک۔ اس پر عثمانؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دونوں آیتیں اللہ کی طرف سے

ہیں۔ پھر عثمانؓ نے خزیمہؓ سے پوچھا۔ ''بتاؤ ان آیتوں کو کہاں رکھیں۔'' خزیمہؓ نے جواب دیا کہ قرآن کی جو سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہو۔ اسے ان آیتوں ہی سے ختم کر دو۔ چنانچہ سورۂ براءۃ کو ان ہی آیتوں سے ختم کر دیا گیا۔

لیجئے! اب بات یہاں تک پہنچا دی گئی کہ قرآن کو نہ تو رسول اللہ ﷺ نے مرتب فرمایا نہ ہی یہ عہد صدیقی میں مرتب ہوا۔ اس کی ابتداء حضرت عمرؓ نے کی اور وہ بھی اسے ادھورا چھوڑ کر شہید ہو گئے۔ اب آگے بڑھئے!

عہد عثمانی میں قرآن میں اختلافات: (6) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ یزید بن معاویہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ولید بن عقبہ کے زمانہ میں مسجد میں اس حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا جس میں حضرت حذیفہؓ (مشہور صحابی) بھی تشریف فرما تھے۔ مسجد میں اس وقت روکنے والے اور پولیس کے سپاہی وغیرہ موجود نہ تھے کہ یکا یک کسی پکارنے والے نے پکار کر اعلان کیا جو شخص ابو موسیٰ (اشعریؓ) کی قرأت پر قرآن پڑھتا ہو وہ اس گوشہ کی طرف آجائے جو ابواب کندہ کے پاس ہے اور جو شخص عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت پر قرآن پڑھتا ہو وہ اس گوشہ کی طرف آجائے جو عبداللہ کے گھر کی طرف ہے اور وہاں دو آدمیوں میں سورۂ بقرہ کی ایک آیت کے بارہ میں اختلاف ہوا تھا۔ ایک پڑھتا تھا ''**واتمو الحج والعمرۃ للبیت**'' اور دوسرا پڑھتا تھا کہ ''**واتموا الحج والعمرۃ للہ**''۔ حضرت حذیفہؓ کو غصہ آ گیا۔ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ انہوں نے فوراً اپنے کرتہ کو سمیٹ کر بغل میں کیا اور مسجد ہی میں کھڑے ہو گئے۔ یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ کا ہے اور فرمانے لگے یا تو امیر المومنین میرے پاس آئیں یا میں امیر المومنین کے پاس جاؤں۔ (تو میں اس کے متعلق ان سے کہوں) کیونکہ تم سے پہلی امتوں نے بھی یہی کچھ کیا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے خدا نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا انہوں نے مومنین کو ساتھ لے کر منکرین سے قتال کیا حتیٰ کہ خدا نے اپنے دین کو غالب کر دیا۔ پھر خدا نے حضرت محمد ﷺ کو اٹھا لیا تو لوگوں نے بے لگام گھوڑے کی طرح ہر طرف دوڑ لگانی شروع کر دی۔ پھر خدا نے عمرؓ کو خلیفہ بنایا تو وہ اسلام کے عین وسط میں اترے (اور اس کو اعتدال پر قائم کرنا چاہا) پھر خدا نے ان کو بھی اٹھا لیا تو لوگوں نے پھر منہ زور گھوڑے کی طرح ہر طرف جادہ پیمائی شروع کر دی۔ اس کے بعد خدا نے عثمانؓ کو خلیفہ بنایا اور اللہ کی قسم وہ وقت قریب ہے کہ لوگ اسلام میں وہ جادہ پیمائی کریں جو اپنی تمام پچھلی جادہ پیمائیوں کو پیچھے چھوڑ جائے۔

زید بن ثابتؓ کے انتخاب پر عبداللہ بن مسعودؓ کی ناگواری: (7) امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ ابراہیم نخعی سے نقل کرتے ہیں کہ جب (عثمانؓ نے اپنے مرتب کردہ قرآن کے علاوہ) باقی تمام مصاحف کو پھاڑ

ڈالنے کا حکم دیا تو عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا۔ ''لوگو! اپنے قرآنوں کو چھپا لو۔ کیونکہ جو شخص کچھ چھپا کر رکھے گا قیامت کے روز اسے اپنے ساتھ لے کر آئے گا اور بہترین چھپانے کی چیز قرآن ہی ہے جسے تم میں سے کوئی قیامت کے روز اپنے ساتھ لے کر آئے۔

(8) نیز امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عبید اللہ بن عتبہ سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے زید ابن ثابتؓ کے لئے قرآن لکھنے کو ناپسند کیا اور کہنے لگے۔ ''اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے تو قرآن لکھنے کے کام سے الگ تھلگ رکھا جاتا ہے اور اس کی ذمہ داری ایک ایسے شخص نے لی ہے کہ بخدا میں اسلام لایا تو وہ ابھی اپنے کافر باپ کی صلب میں موجود تھا (یعنی پیدا ابھی نہیں ہوا تھا)۔

غور فرمایا آپ نے کہ جمع قرآن کی کوششوں کے سلسلہ میں صحابہؓ کا ردعمل کیا بتایا جا رہا ہے اور ان کے باہمی تعلقات کو کس رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(9) نیز امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ زر بن جیش سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔ ''میں نے حضورﷺ کے دہن مبارک سے ستر (70) سے اوپر سورتیں پڑھی ہیں اور زید بن ثابتؓ ابھی بچہ تھے جن کے سر پر دو زلفیں لہراتی رہا کرتی تھیں۔ نیز شقیق سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا۔ **''من یغلل یأت بما غل یوم القیمة''** عثمانؓ مجھے کس کی قرأت پر قرآن پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ میں نے خود رسول اللہﷺ سے ستر سے اوپر سورتیں پڑھی ہیں اور محمدﷺ کے اصحابؓ جانتے ہیں کہ میں ان میں کتاب اللہ کا سب سے بڑا جاننے والا ہوں اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جانتا ہے تو میں سفر کر کے بھی اس کے پاس جاتا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں جمع قرآن: (10) نیز امام ابن ابی داؤد ابن شہاب زہری کی اسی روایت کو نقل کرنے کے بعد جو نمبر 1 میں گزر چکی ہے ابن شہاب زہری ہی کی روایت سے انس ابن مالکؓ انصاری سے یہ اضافہ نقل کرتے ہیں کہ آذربائیجان اور آرمینیہ کے غزوہ میں اہلِ شام اور اہل عراق جمع ہوئے اور آپس میں انہوں نے ایک دوسرے کو قرآن سنایا تو اس میں بڑا اختلاف ہوا اور قریب ہو گیا کہ ان میں کوئی فتنہ برپا ہو جائے۔ جب حزیفہ ابن الیمان نے قرآن کے بارہ میں ان کے یہ اختلافات دیکھے تو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور کہا لوگ قرآن کے بارہ میں بڑا اختلاف کر رہے ہیں حتیٰ کہ بخدا مجھے یہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ وہ بھی اسی اختلاف میں مبتلا نہ ہو جائیں جس میں یہود اور نصاریٰ مبتلا ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ بہت گھبرائے اور انہوں نے حضرت حفصہؓ کے پاس آدمی بھیج کر وہ صحیفہ نکلوایا جو ابوبکرؓ کے حکم سے زید بن ثابتؓ نے جمع کیا تھا اور اس سے کئی مصحف لکھوائے اور ان کو ملک کے

گوشوں میں بھیج دیا۔ جب مروان مدینہ کا امیر ہوا تو اس نے حضرت حفصہؓ کے پاس آدمی بھیج کر وہ صحیفے منگوائے تاکہ انہیں جلا دے۔

مروان نے حضرت حفصہؓ کے صحیفے جلا دیئے:

اسے یہ اندیشہ تھا کہ لکھنے والے ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرنے لگیں مگر حضرت حفصہؓ نے انکار کر دیا۔ ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ جب حضرت حفصہؓ کا انتقال ہوا تو مروان نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے پاس سختی کے ساتھ کہلا کر بھیجا کہ ان صحیفوں کو اس کے پاس بھیج دیں چنانچہ جوں ہی لوگ حضرت حفصہؓ کے جنازہ سے فارغ ہو کر لوٹے عبداللہ ابن عمرؓ نے وہ صحیفے مروان کے پاس بھیج دیئے۔ مروان نے ان کو الگ الگ کر کے جلا دیا اس اندیشہ سے کہ ان صحیفوں میں کوئی چیز اس کے خلاف نہ ہو جو حضرت عثمانؓ نے لکھا تھا۔

عہد عثمانؓ میں قرآن کیسے جمع کیا گیا: (11) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ ایوب سے اور وہ ابو قلابہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ایک معلم کسی شخص کی قرأت کے مطابق تعلیم دیتا تھا اور دوسرا معلم دوسرے شخص کی قرأت کے مطابق۔ بچے قرآن پڑھتے اور آپس میں اختلافات کرتے حتیٰ کہ یہ اختلافات معلمین تک بلند ہو گئے اور لوگوں نے ایک دوسرے کی قرأت پر تکفیر شروع کر دی۔ حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے خطبہ دیا اور کہا ''تم لوگ میرے پاس ہوتے ہوئے بھی قرآن میں اختلاف کرتے ہو اور دوسروں کی تغلیظ کرتے ہو جو لوگ دوسرے شہروں میں مجھ سے دور ہیں ان کی غلطیاں اور اختلافات تو اور بھی سخت ہیں۔ اے اصحابِ محمدﷺ! اتفاق سے کام لو اور تم لوگوں کے لئے ایک (متفقہ) امام (کتاب اللہ) لکھ دو۔ ابو قلابہ کہتے ہیں کہ مجھ سے مالک بن انسؓ نے بیان کیا (یہ امام مالک بن انسؒ کے دادا ہیں) کہ میں ان لوگوں میں شریک تھا جنہوں نے ان کو قرآن لکھوایا۔ اکثر کسی آیت کے بارہ میں اختلاف ہوتا تھا اور کوئی ایسا آدمی یاد آ جاتا تھا جس نے اس آیت کو خود رسول اللہﷺ سے سیکھا تھا اور بعض مرتبہ وہ شخص موجود نہیں ہوتا تھا یا کسی دیہات میں ہوتا تھا تو اس سے آگے اور پیچھے کی آیتیں لکھ لیتے تھے اور اس آیت کی جگہ چھوڑ دیتے تھے حتیٰ کہ وہ شخص خود آ جاتا یا اس کو بلوا لیا جاتا تھا (اور اس سے پوچھ کر وہ آیت لکھ لی جاتی تھی) جب مصحف لکھنے سے فراغت ہوگئی تو حضرت عثمانؓ نے تمام شہروں میں لکھ دیا کہ میں نے ایسا ایسا کام کیا ہے اور جو کچھ میرے پاس تھا میں نے اس کو مٹا دیا ہے لہٰذا جو کچھ (اس قرآن کے خلاف) تمہارے پاس ہو تم بھی اس کو مٹا دو۔

(12) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ مصعب ابن سور سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ رسول اللہﷺ کو تم سے جدا ہوئے ابھی تیرہ

سال ہی گزرے ہیں مگر تم قرآن میں شک کرنے لگے ہو۔ کہتے ہو کہ یہ ابی (بن کعبؓ) کی قراءت ہے اور وہ عبداللہ (بن مسعودؓ) کی قراءت ہے۔ خدا کی قسم تو اپنی قراءت ٹھیک نہیں پڑھتا۔ لہٰذا میں تم میں سے ہر شخص پر لازم کرتا ہوں کہ جس کے پاس بھی کتاب اللہ میں سے کوئی چیز ہو وہ بالضرور اسے میرے پاس لے آئے۔ چنانچہ کوئی کاغذ کا ورق لے کر آتا کوئی چمڑے کا ٹکڑا لے کر آتا جس میں قرآن لکھا ہوا ہوتا حتیٰ کہ اس طرح بہت کچھ جمع ہو گیا۔ پھر حضرت عثمانؓ اندر گئے اور ایک ایک آدمی کو بلا بلا کر قسم دے دے کر انہوں نے پوچھنا شروع کیا کہ کیا تم نے اس کو رسول اللہﷺ سے سنا ہے۔ کیا رسول اللہﷺ نے تمہیں یہ کچھ لکھوایا تھا؟ وہ شخص اقرار کرتا۔ حضرت عثمانؓ اس سے فارغ ہو گئے تو لوگوں سے پوچھا تم میں سے بہترین کاتب کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہﷺ کے کاتب زید بن ثابتؓ۔ پھر انہوں نے پوچھا تم میں لغت عربی کا بہترین ماہر کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ سعید بن العاصؓ۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا ٹھیک ہے۔ سعید لکھوائیں اور زید لکھتے جائیں۔ چنانچہ زید ابن ثابتؓ نے قرآن لکھا اور کئی قرآن لکھے۔ اور ان قرآنوں کو عثمانؓ نے لوگوں میں پھیلا دیا۔ ابو قلابہ کہتے ہیں کہ میں نے بعض اصحاب محمدﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ عثمانؓ نے بہت اچھا کام کیا۔

(13) امام ابن ابی داؤد اپنی دوسری سند سے مصعب ابن سعد ہی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ابی (ابن کعبؓ) اور عبداللہ (بن مسعودؓ) اور معاذ (ابن جبلؓ) کی قراءت کو سنا تو لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: ابھی تمہارے نبیﷺ کی وفات کو پندرہ سال ہوئے ہیں اور تم قرآن میں اختلاف کرنے لگے ہو۔ میں ہر شخص پر لازم کرتا ہوں کہ جس کے پاس بھی قرآن میں سے کچھ ہو جسے اس نے خود رسول اللہﷺ سے سنا ہو اسے میرے پاس لے آئے۔ چنانچہ لوگ لکڑی کی تختیاں، ہڈی کے ٹکڑے، کھجور کی چھالیں جن میں قرآن لکھا ہوا تھا لانے لگے۔ جو شخص لے کر آتا اس سے حضرت عثمانؓ پوچھ لیتے کہ کیا اس نے یہ کچھ رسول اللہﷺ سے سنا ہے؟ پھر انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ تم میں فصیح ترین شخص کون ہے؟ لوگوں نے سعید بن العاصؓ کا نام لیا۔ پھر پوچھا کہ بہترین ماہر کتابت کون ہے؟ لوگوں نے زید بن ثابتؓ کا نام لیا۔ آپ نے فرمایا اچھا زید لکھیں اور سعید لکھوائیں چنانچہ کئی مصحف لکھے گئے اور ان کو مختلف شہروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے عثمانؓ کے اس فعل پر عیب چینی کی ہو۔

(14) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ محمد (ابن ابیؓ) سے نقل کرتے ہیں کہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور نوبت یہاں تک آ گئی تھی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو کہتا تھا کہ جو کچھ تو پڑھتا ہے اس سے تو کافر ہو گیا۔ اس کی اطلاع

عثمانؓ بن عفان کو کی گئی تو ان کے دل پر بڑی گرانی ہوئی اور انہوں نے قریش اور انصار کے بارہ آدمیوں کو جمع کیا جن میں ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ بھی تھے اور ان سب کو اس صحن میں اکٹھا کر دیا جو حضرت عمرؓ کے مکان میں تھا۔ اسی مکان میں قرآن رکھا تھا۔ حضرت عثمانؓ بھی ان لوگوں کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ محمد (ابن ابیؒ) کہتے ہیں کہ مجھ سے کثیر ابن افلح نے بیان کیا جو ان لوگوں کے لئے قرآن لکھنے والوں میں سے ایک تھے کہ اکثر ان بارہ آدمیوں میں اختلاف ہو جاتا تھا تو اس اختلافی آیت کو وہ مؤخر کر دیا کرتے تھے۔ محمد کہتے ہیں کہ میں نے کثیر سے پوچھا کہ تم لوگ اس کو مؤخر کیوں کر دیا کرتے تھے تو انہوں نے بتایا کہ یہ مجھے معلوم نہیں۔ محمد کہتے ہیں کہ میں نے اس بارہ میں ایک گمان بنایا ہے تم لوگ اسے یقین نہ بنا لینا۔ میرا گمان یہ ہے کہ جب ان میں کسی آیت کے متعلق اختلاف ہوتا تھا تو وہ اسے اس لئے مؤخر کر دیتے تھے کہ دیکھیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو حضورﷺ کے ساتھ آپ کے آخری دور میں شریک رہا ہو تو اس آیت کو اس کے قول کے مطابق لکھ لیں۔

قرآن کی ترتیب حضرت عثمانؓ نے قائم کی تھی:

(15) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عثمانؓ سے کہا کہ تم نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے سورہ براءت کے ساتھ کیوں رکھ دیا حالانکہ وہ مئین میں سے ہے اور پھر ان دونوں کو سبع طوال میں رکھ دیا ہے۔ ایسا تم نے کیوں کیا۔ عثمانؓ نے بتایا کہ رسول اللہﷺ پر مختلف زمانوں میں مختلف عدد والی سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں۔ جب آپ پر کچھ وحی نازل ہوتی تو کسی کاتب کو آپ بلا کر فرما دیتے کہ اس آیت کو ایسی ایسی سورت میں رکھ دو جس میں ایسا ایسا تذکرہ آیا ہے۔ سورۂ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو ابتداء مدینہ میں نازل ہوئیں اور سورۂ براءت بالکل آخر میں نازل ہوئی ہے مگر دونوں کا قصہ ایک سا ہے۔ مجھے خیال گذرا کہ سورۂ براءت سورۂ انفال ہی کا حصہ ہے۔ حضورﷺ کا انتقال ہو گیا اور ہمیں آپ نے یہ بتایا نہیں کہ آیا واقعی یہ اسی کا حصہ ہے بھی یا نہیں۔ اسی وجہ سے میں نے دونوں کو یکے بعد دیگرے لکھ دیا ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور دونوں کو سبع طوال میں رکھ دیا۔

یہاں تک یہ کہا گیا ہے کہ قرآن حضرت عثمانؓ کے عہد میں مرتب ہوا۔ لیکن یہ قرآن کس قسم کا تھا اس کی بابت بھی سن لیجئے۔

قرآن میں غلطیاں رہ گئیں: (16) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر قرشی سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ مصحف سے فارغ ہو گئے اور انہوں نے اسے دیکھا تو فرمایا تم لوگوں نے بہت اچھا کیا اور خوب کیا مگر اس میں کچھ غلطیاں مجھے نظر آتی ہیں جنہیں عرب لوگ اپنی زبانوں سے ٹھیک کر لیں گے۔

لیجئے! قرآن عہد عثمانی میں مرتب تو ہوا لیکن اس میں بھی غلطیاں رہ گئیں۔ ان غلطیوں کو حضرت عثمانؓ نے درست نہیں کیا بلکہ علیٰ حالہ رہنے دیا کہ عرب خود اپنی زبان سے درست کرلیں گے۔ اور آگے بڑھئے۔

(17) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عکرمہ طائی سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کے پاس مصحف لایا گیا تو اس میں انہیں کچھ غلطیاں نظر آئیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اگر لکھنے والا بنو ہذیل کا اور لکھنے والا بنو ثقیف کا کوئی آدمی ہوتا تو اس میں یہ غلطیاں نہ پائی جاتیں۔

(18) سعید ابن جبیر سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: قرآن میں چار حرف غلط ہیں۔ نمبر 1 **الصائبون (5:69)**۔ نمبر 2 **والمقیمین (4:162)**۔ نمبر 3 **فاصدق واکن من الصلحین (63:10)**۔ اور نمبر 4 **ان ھٰذا نِ لساحران (20:62)**۔

(19) زبیر ابو خالد کہتے ہیں کہ میں نے ابان بن عثمان سے پوچھا کہ آیت **والراسخون فی العلم منھم والمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوۃ والموتون الزکوٰۃ** آلایہ کیسے ہوگیا۔ آگے اور پیچھے رفع لایا گیا ہے اور **المقیمین** پر نصب ہے۔ ابانؒ نے جواب دیا کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ پچھلا حصہ لکھ چکا تھا۔ اس نے پوچھا آگے کیا لکھوں۔ لکھوانے والے نے کہا **المقیمین الصلوٰۃ** لکھو۔ اس سے جو کچھ کہا گیا لکھ دیا۔

(20) عروہ کہتے ہیں کہ قرآن کی غلطیوں کے متعلق میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا۔ **ان ھٰذا ان لساحران**۔ اور۔ **والمقیمین الصلوۃ والمؤتون الزکوٰۃ**۔ اور۔ **والذین ھادو او الصائبون** کے متعلق سوال تھا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا۔ ''بھتیجے! یہ کاتبوں کا کام ہے کہ انہوں نے لکھنے میں غلطی کر ڈالی۔

صرف غلطیاں ہی نہیں رہ گئی تھیں بلکہ بعض آیات بھی قرآن میں درج ہونے سے رہ گئی تھیں۔ (مثلاً) ہمارے ہاں مشہور ہے کہ شادی شدہ زانی کی سزا سنگسار ہے لیکن قرآن کریم میں ایسی کوئی آیت نہیں۔ اس ضمن میں، سنن ابن ماجہ میں (جو صحاح ستہ کی ایک مستند کتاب ہے) حضرت عائشہؓ کی طرف یہ روایت منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آیۂ رجم (سنگسار) اور رضاعتِ کبیر والی آیت ایک صحیفہ میں تھی جو میرے تخت کے نیچے رکھا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ وفات پاگئے تو ہم لوگ اس حادثہ میں مشغول ہوگئے۔ اتنے میں گھر کی پالتو بکری آگئی اور اس صحیفہ کو کھا گئی۔ (اور وہ آیتیں ضائع ہوگئیں)۔ چنانچہ اس کے بعد فیصلہ یہ کیا گیا کہ یہ آیت قرآن میں تو داخل نہ کی جائے لیکن عمل اس کے مطابق ہو۔

اس کے بعد کتاب المصاحف میں ہے کہ جو نسخہ حضرت عثمانؓ نے مرتب فرمایا تھا اس میں اور مدینہ منورہ

کے دیگر مصاحف میں کئی ایک آیات میں اختلاف تھا۔ اس کتاب میں اس قسم کے تمام اختلافی مقامات درج ہیں۔ نیز یہ کہ قرآن مجید کے جو نسخے مختلف شہروں کے لئے مرتب کئے گئے تھے ان میں بھی باہمدگر اختلاف تھا۔ (ان اختلافات کو بھی اس کتاب میں تفصیل سے دیا گیا ہے۔)

اختلافِ قرأت: ازاں بعد ''امام ابن داؤد نے اپنی کتاب (نیز اس کے انگریزی ترجمہ میں' جسے مشہور مستشرق آرتھر جیفری نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے) ان قرآنی نسخوں کی تفصیل دی ہے جو عہد حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد' مختلف صحابہؓ اور تابعینؒ کے پاس تھے اور جن میں بے شمار آیات ایسی تھیں جو مصحفِ عثمانؓ میں درج شدہ آیات سے مختلف تھیں۔ ان کے شمار کے مطابق' ان اختلافی آیات کی تعداد ذیل میں قوسین ( ) میں دی جاتی ہے۔

(1) حضرت ابن مسعودؓ (1322)-(2) حضرت ابی بن کعبؓ (952)-(3) حضرت علیؓ (89)-(4) حضرت ابن عباسؓ (186)-(5) حضرت ابوموسیٰؓ (4)-(6) حضرت حفصہؓ (10)-(7) حضرت انس بن مالکؓ (24)-(8) حضرت عمرؓ (28)-(9) حضرت زیدؓ بن ثابت (10)-(10) حضرت ابن زبیرؓ (34)-(11) حضرت عمرابن العاصؓ (تعداد معلوم نہیں)۔ (12) حضرت عائشہؓ (13)-(13) حضرت سالمؓ (2)-(14) حضرت اُم سلمہؓ (14)-(15) حضرت عبید ابن عمیرؓ (18)-

تابعینؒ کی طرف منسوب مصاحف' نیز ایسے مصاحف جو بے نام ہیں' ان کی تعداد الگ ہے۔ ان اختلافات کی یہ نوعیت نہیں کہ ان میں محض زیر' زبر کا فرق ہے۔ (اگرچہ عربی زبان میں زیر' زبر کے فرق سے بھی بات کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔) ان میں' الفاظ تک بدلے ہوئے ہیں۔ کہیں الفاظ کا اضافہ ہے۔ کہیں وہ محذوف ہیں' کہیں تبدیل شدہ ایسے الفاظ جن سے معانی کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں۔

آیات کے ان اختلافات کو ''اختلافِ قرأت'' کہتے ہیں۔ مثلاً جب یہ کہا جاتا ہے کہ ''قرأتِ ابن عباسؓ میں یوں آیا ہے'' تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا جو نسخہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس تھا اس میں یہ آیت اس طرح درج تھی۔ ان اختلافی آیات کو کتاب المصاحف میں تفصیل سے دیا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ مثالیں پرویزؔ صاحب کے اس مضمون میں درج ہیں جو طلوع اسلام مارچ 1974ء میں شائع ہوا ہے۔ ان میں سے نمونۃً ایک مثال یہاں درج کی جاتی ہے۔

مرد اور عورت کے جنسی تعلقات کے سلسلہ میں' قرآن کریم (سورہ النساء) میں' ان رشتوں کی تفصیل دینے کے بعد جن سے نکاح حرام ہے' کہا گیا ہے۔

وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ

مِنۡهُنَّ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ فَرِيۡضَةً...... (4:24)-

اور جو اس کے سوا ہیں وہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ اس طرح کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ساتھ چاہو نکاح میں لا کر نہ کہ شہوت رانی کرتے ہوئے۔ سو تم ان میں سے جس کے ساتھ نفع اٹھانا چاہو تو انہیں ان کے مقرر کردہ مہر دے دو۔ (ترجمہ مولانا محمد علی لاہوری)۔

سُنّیوں کے ہاں اس معاہدہ کا نام نکاح ہے جو مہر ادا کر کے دائمی طور پر کیا جاتا ہے اور جو موت یا طلاق سے فسخ ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس شیعہ حضرات متعہ کے قائل ہیں جس میں ایک مرد اور ایک عورت' ایک مدت معینہ کے لئے' مباشرت کا معاملہ طے کر لیتے ہیں اور اس کے لئے اس عورت کو جنسی تعلق کا معاوضہ دے دیا جاتا ہے۔ سنیوں کے ہاں متعہ حرام ہے۔

اس تمہید کے بعد آگے بڑھئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سنیوں کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کی قراءت (مصحف) میں مندرجہ بالا آیت یوں آئی ہے۔

فاستمتعتم به منهن الیٰ اجل مسمی......

تم ان سے ایک مدت معینہ کے لئے فائدہ اٹھاؤ۔

یعنی اس قراءت کی رُو سے آیت قرآنی میں "**الیٰ اجل مسمیٰ**" کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جس سے متعہ کی سند مل جاتی ہے۔ اب دیکھئے کہ اس اضافہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کیا فرماتے ہیں۔ سنیوں کی سب سے پہلی اور سب سے زیادہ قابلِ اعتماد تفسیر' تفسیر طبری ہے۔ وہ اس آیت (4:24) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ابونضرہ کی روایت ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ کیا تم سورۃ النسا کی تلاوت نہیں کرتے۔ میں نے کہا۔ کیوں نہیں۔ کہا' پھر اس میں یہ آیت نہیں پڑھا کرتے کہ **فما استمتعتم به منهن الیٰ اجل مسمیٰ**. میں نے کہا۔ نہیں۔ میں اگر اس طرح پڑھتا ہوتا تو آپ سے دریافت کیوں کرتا۔ انہوں نے کہا کہ اچھا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اصلی آیت یونہی ہے۔ عبدالعلی کی روایت میں بھی ابو نضرہ سے اس طرح کا واقعہ منقول ہے۔ تیسری روایت میں بھی ابونضرہ سے نقل ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی **فما استمتعتم به منهن**. ابن عباسؓ نے کہا۔ **الیٰ اجل مسمیٰ**. میں نے کہا میں تو اس طرح نہیں پڑھتا۔ انہوں نے تین مرتبہ کہا۔ "خدا کی قسم! خدا نے اسی طرح نازل کیا ہے۔"

اسے کہتے ہیں اختلافِ قرأت۔ یعنی (روایات کی رو سے) حضرت ابن عباسؓ (اور دیگر صحابہؓ) کا دعویٰ تھا کہ وہ آیات

اسی طرح نازل ہوئی تھیں جس طرح ان کے صحیفوں میں درج ہیں' نہ اس طرح جس طرح وہ مصحفِ عثمانی میں مذکور ہیں۔ کہا جائے گا کہ اس ساری ''سازش'' کا مدار ''کتاب المصاحف'' ہے۔ اسے کس طرح مستند تسلیم کیا جاتا ہے؟ لیکن صاحب کتاب المصاحف نے اپنی کتاب میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ انہوں نے اختلافِ قرأت سے متعلقہ روایات کو کتب احادیث سے اکٹھا کر کے' یکجا مرتب کر دیا ہے اور یہ کتب احادیث وہ ہیں' جنہیں ہمارے ہاں مستند تسلیم کیا جاتا ہے۔

اور سب سے بڑی ''سند'' یہ کہ ہمارے علماء کرام اس ''اختلاف قرأت'' کے قائل ہیں۔ چنانچہ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ان کی تفاسیر میں اکثر لکھا ہوتا ہے کہ (مثلاً) قرأت حضرت ابن عباسؓ میں یوں آیا ہے۔ ہم اس کی ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ سنی حضرات وضو میں پاؤں دھوتے ہیں اور شیعہ حضرات پاؤں پر مسح کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے دریافت کیا کہ ان میں سے کون سا طریق قرآن کے مطابق ہے۔ مودودی صاحب نے اس کے جواب میں (جو ترجمان القرآن' بابت فروری 1959ء میں شائع ہوا تھا) پہلے قرآن کریم کی متعلقہ آیت درج کی جو حسب ذیل ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ (5:6)-

اس کے بعد تحریر فرمایا:

''اس میں لفظ **وَاَرْجُلَکُمْ** کی دو قرآتیں متواتر ہیں۔ نافع' ابن عامر' حفص' کسائی اور یعقوب کی قرأت **وَاَرْجُلَکُمْ** (بفتح لام) ہے اور ابن کثیر' حمزہ' ابوعمرو اور عاصم کی قرأت **وَاَرْجُلِکُمْ** (بکسرِ لام)۔ ان میں سے کسی قرأت کی حیثیت بھی یہ نہیں ہے کہ بعد میں کسی وقت بیٹھ کر نحویوں نے اپنے اپنے فہم اور منشاء کے مطابق الفاظِ قرآنی پر خود اعراب لگا دیئے ہوں۔ بلکہ یہ دونوں قرأتیں متواتر طریقے سے منقول ہوئی ہیں۔ اب اگر پہلی قرأت اختیار کی جائے تو **وَاَرْجُلَکُمْ** کا تعلق **فَاغْسِلُوْا** کے حکم سے جڑتا ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں ''اور دھوؤ اپنے پاؤں ٹخنوں تک'' اور اگر دوسری قرأت قبول کی جائے تو اس کا تعلق **وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ** سے قائم ہوتا ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں۔ ''اور مسح کرو اپنے پاؤں پر ٹخنوں تک''۔

یہ صریح اختلاف ہے جو ان دو معروف و مشہور اور متواتر قرأتوں کی وجہ سے آیت کے معنی میں واقع ہو جاتا ہے۔ اس تعارض کو رفع کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ دونوں قرأتوں کو کسی ایک ہی مفہوم (غسل یا مسح) پر محمول کیا جائے لیکن اس کی

جتنی کوششیں بھی کی گئیں وہ ہمیں کسی قطعی نتیجے پر نہیں پہنچاتیں کیونکہ جتنے وزنی دلائل کے ساتھ ان کو غسل پر محمول کیا جا سکتا ہے قریب قریب اتنے ہی وزنی دلائل مسح پر محمول کرنے کے حق میں بھی ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ محض قواعدِ زبان کی بنا پر ان میں سے کسی ایک معنے کو ترجیح دی جائے لیکن یہ صورت بھی مفید مطلب نہیں کیونکہ دلائل ترجیح دونوں پہلوؤں میں قریب قریب برابر ہیں۔ اب آخر اس کے سوا چارہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کے عمل کو دیکھا جائے۔''

اور اس کے بعد لکھا:

''قرآن کے الفاظ سے جو بات واضح نہ ہوتی ہو اسے سمجھنے کے لئے اس ذریعہ سے زیادہ معتبر ذریعہ اور کونسا ہو سکتا ہے۔''

قطع نظر اس کے کہ شیعہ حضرات اسی ''معتبر ذریعہ'' کی رو سے پاؤں پر مسح کرتے ہیں اور سنی حضرات کا دعویٰ ہے کہ وہ بھی اسی ''معتبر ذریعہ'' کی رو سے پاؤں دھوتے ہیں۔ مودودی صاحب کا ارشاد ہے کہ قرآنی آیت کی دونوں قرأتیں متواتر ہیں اور ایسی مستند کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ (مودودی صاحب کے ارشاد کے مطابق) قرآن کریم کی یہ آیت ارجلکم میں ل کے زبر کے ساتھ بھی نازل ہوئی تھی۔ اور زیر کے ساتھ بھی۔ اور دونوں کا یہ اختلاف اس قدر اہم ہے کہ ایک قرأت کی رو سے پاؤں دھونے کا حکم ملتا ہے اور دوسری قرأت کی رو سے پاؤں پر مسح کرنے کا اور اس طرح قرآن کے الفاظ سے بات واضح نہیں ہوتی۔''

آپ سوچئے کہ اس کے بعد' قرآن مجید کے متعلق کیا تصور قائم ہوتا ہے' اور ہم جو دنیا کے سامنے یہ دعویٰ پورے حتم و یقین کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ اس کتاب میں ایک حرف اور نقطہ کا بھی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ اس دعویٰ کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔ ''قرآن کے الفاظ سے بات اسی لئے حل نہیں ہوتی'' ناں کہ آپ زبر کے ساتھ لَ کو بھی منزل من اللہ مانتے ہیں اور زیر کے ساتھ کو بھی منزل من اللہ۔۔۔اور اس کے بعد سوچئے کہ ایسی کتاب نازل کرنے والے (خدا) کے متعلق (معاذ اللہ) کیا تصور قائم ہوتا ہے' جو متضاد احکام نازل کر دیتا ہے؟ اور اگر خدا نے اس آیت کو ایک ہی شکل میں نازل کیا تھا۔۔۔یعنی لَ کے زیر یا زبر کے ساتھ۔۔۔۔تو اگلی صورت یہی سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (معاذ اللہ) کسی کو لَ کے زیر کے ساتھ بتا دیا اور کسی کو زبر کے ساتھ۔ اس صورت میں سوچئے کہ خدا کے رسول کے متعلق کیا تصور سامنے آتا ہے اور اگر یہ صورت بھی نہیں تھی تو پھر فرمائیے کہ یہ دو قرأتیں کس طرح وجود میں آئیں؟

آپ یہ معلوم کر کے حیران ہوں گے کہ اختلاف

قرأت کے ماننے والے یہ قطعاً نہیں بتاتے کہ ان مختلف قرأتوں کا سرچشمہ کیا ہے؟ کیا خدا نے ایسا کہا یا اس کے رسولﷺ نے؟ اس باب میں شیعہ حضرات کا مسلک واضح ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا نے ان آیات کو اسی طرح اتارا تھا جس طرح ان کے آئمہ پڑھتے تھے۔ مصحفِ عثمانی میں ان میں تحریف کر دی گئی۔ لیکن سنی حضرات نہ اسے ماننے کے لئے تیار ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ایسا کر دیا اور نہ ہی یہ بتاتے ہیں کہ پھر دوسری قرأتوں کی حیثیت کیا ہے! مصحف عثمانی بھی صحیح اور متضاد آیات بھی درست!

بسوخت عقل نہ حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

آگے چل کر مودودی صاحب فرماتے ہیں:

اب عقل کے لحاظ سے دیکھئے تو پاؤں دھونے ہی کا عمل زیادہ معقول اور قرآن کے منشاء سے قریب تر محسوس ہوتا ہے۔ (یعنی لَ کے زبر والی آیت کے مطابق)۔

لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اس کے بعد لِ کے زیر والی قرأت کا کیا بنے گا۔ جو اسی طرح متواتر اور مستند ہے۔ جس طرح لَ کے زبر والی قرأت؟

ہم نے اوپر کہا ہے کہ ''اختلاف قرأت'' کے عقیدہ کی رو سے یہ فطری نتیجہ سامنے آتا ہے کہ (معاذ اللہ۔ معاذ اللہ) رسول اللہﷺ کسی کو ایک طرح قرآنی آیت بتاتے اور کسی کو دوسری طرح! اس کی تائید میں ہمیں بخاری شریف میں ایک روایت ملتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عبد قاری حضرت عمرؓ سے سن کر بیان کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم (ابن حزام) کو رسول اللہﷺ کی زندگی میں سورہ فرقان پڑھتے ہوئے سنا۔ میں نے ان کا پڑھنا سنا تو وہ بہت سارے ایسے الفاظ پڑھ رہے تھے جو مجھے رسول اللہﷺ نے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر حملہ کر بیٹھوں مگر میں نے بمشکل صبر کیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے انہی کی چادر میں انہیں کس لیا اور میں نے ان سے پوچھا کہ یہ سورت جو میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنی ہے۔ تمہیں کس نے پڑھائی؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تو رسول اللہﷺ نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ رسول اللہﷺ نے خود مجھے اس کے خلاف پڑھائی ہے جو تو پڑھ رہا تھا۔ اور میں اس کو کھینچتا ہوا رسول اللہﷺ کی طرف لے چلا اور میں نے رسول اللہﷺ سے کہا کہ میں نے اس کو سورۂ فرقان کو ایسے الفاظ میں پڑھتے ہوئے سنا ہے جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ رسول اللہﷺ نے فرمایا ''انہیں چھوڑ تو دو۔ ہشام! پڑھو۔'' چنانچہ ہشام نے اسی طرح رسول اللہﷺ کے سامنے پڑھ دیا جیسا کہ میں نے پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ اس پر رسول اللہﷺ نے فرمایا۔ ''یونہی تو

نازل ہوئی ہے۔'' پھر فرمایا۔ عمرؓ! اب تم پڑھو۔ چنانچہ جس طرح حضورﷺ نے مجھے پڑھائی تھی میں نے یہ پڑھ کر سنائی تو رسول اللہﷺ نے فرمایا ''یوں بھی نازل ہوئی ہے''۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ قرآن تو سات حرفوں پر نازل ہوا ہے لہٰذا جس طرح آسان ہو پڑھ لیا کرو۔''

سوچئے کہ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔

یہ ہے وہ شکل جو ''اختلافِ قرأت'' کے عقیدہ سے ہمارے سامنے آتی ہے! سوچئے کہ اس کے بعد' دین کا کچھ بھی باقی رہتا ہے لیکن دین کا کچھ باقی رہے یا نہ رہے' ہمارے علماء حضرات ان روایات کو وضعی قرار دینے کے لئے تیار نہیں۔ جو ایسا کہے اسے منکرِ حدیث قرار دے کر اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے۔

یاد رکھئے! اختلاف قرأت کی تمام روایات وضعی ہیں۔ قرآنِ کریم' بغیر کسی اختلاف کے' خدا کی طرف سے نازل ہوا۔ اسے رسول اللہﷺ نے اسی طرح مرتب و مدون کر کے خود امت کو دیا۔ اور وہی قرآن' بغیر ایک حرف کے تغیر وتبدل کے امت کے ہاں مروج چلا آ رہا ہے۔ ایسی تمام روایات جو اس میں کسی قسم کے اختلاف کی نشاندہی کرتی ہیں وضعی ہیں اور خاص سازش کا نتیجہ۔

ضرورت رشتہ

روشن خیال قرآنی فیملی کے لڑکوں کیمیکل انجینئر' PHD اٹلی' دوسرا بیٹا میٹلرجی انجینئر' پنجاب یونیورسٹی لاہور کے لئے موزوں ومناسب رشتے مطلوب ہیں۔

برائے رابطہ: بدرالدین' P/O جلہ جیم' تحصیل میلسی' ضلع وہاڑی' فون: 0334-8739547

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہومیوپیتھک ڈاکٹر' عمر 46 سال' زرعی وسکنی رقبہ' پہلی بیوی فوت' رنگ گورا' قد 6 فٹ کے لئے عمر 40 سال تک قبول' دو بچے تک قبول۔

برائے رابطہ: 159 ای' گلی نمبر 7' مومن لین' کیولری گراؤنڈ' لاہور۔

فون: 0331-4729118, 0321-4778066

اہم اعلان

بزمِ طلوعِ اسلام ڈیفنس ویو کراچی کے اراکین کی سہولت کے لئے بزم کا آفس نئی جگہ منتقل ہو رہا ہے۔ لہٰذا 4 جولائی سے درسِ قرآن درج ذیل مقام پر بروز اتوار صبح گیارہ بجے ہوگا۔

نالج اینڈ ویزڈم سینٹر' سلمان ٹاورز' آفس نمبر 15-C' بالمقابل نادرا آفس' ملیر سٹی' کراچی۔

رابطہ: آصف جلیل' فون: 35421511, 0333-2121992' محمود الحسن: 35407331

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حافظ عبدالکریم اثری)

رشد کے قراءات نمبر 3 کا مضمون

پاکستانی مصاحف کی حالت زار (پر تبصرہ)

تمہید ''اہل رشد'' کے قلم سے

برصغیر (ہندوپاک) میں اہلِ حدیث حضرات کو متحد رکھنے کے لئے ''غرباء اہلِ حدیث'' کے عنوان سے ایک محاذ (Forum) معرضِ عمل میں لایا گیا جس کے مؤسس و امامِ اول حضرت علامہ عبدالوہاب ملتانی رحمہ اللہ علیہ تھے۔ آپ معروف محقق و مدقق اور عالمِ دین حضرت شیخ الکل نذیر حسین محدث دہلویؒ کے شاگرد اور ان کے خاص رفقائے کار میں سے تھے۔ حضرت علامہ عبدالوہاب ملتانیؒ کے تلمیذانِ کرام کی اگرچہ ایک طویل فہرست ہے مگر ان میں نمایاں ترین حافظ علامہ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی علیہ الرحمہ تھے جو حضرت ملتانیؒ کے مشیرِ خاص بھی تھے۔ جناب علامہ محمد اسماعیل سلفی مرحوم و مغفور (بانی جامعہ سلفیہ فیصل آباد) حافظ علامہ عنایت اللہ اثری کے جونیئر ساتھی تھے۔ حافظ عنایت اللہ اثریؒ ایک زیرک اور نابغۂ وقت کی حیثیت رکھتے تھے وہاں اپنے قول و فعل کے اظہار میں نڈر بھی تھے۔ آپ مجاہدین چمرقند کے ساتھ طویل عرصہ رہے۔ (مولانا) غلام رسول مہر نے اپنی کتاب ''جماعتِ مجاہدین'' میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ حافظ عنایت اللہ اثریؒ کی اہلِ حدیث حضرات میں اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ''غربائے اہلِ حدیث'' کے امام دوم حضرت عبدالستار دہلویؒ اور امامِ سوم علامہ عبدالرحمٰن آپ ہی کے تربیت یافتگان و تلمیذانِ خاص تھے صاحب مضمون ہذا جناب علامہ عبدالکریم اثری حفظہ اللہ بھی حافظ عنایت اللہ اثری کے شاگرد بلکہ جانشین ہیں' ان کے استادِ محترم علیہ الرحمہ کی تربیت اور صحبت کا فیضان ہی ہے کہ آپ ہر مسئلہ خواہ وہ مابہ النزاع ہو یا متفق علیہ' پر بے لاگ تبصرہ فرماتے ہیں۔ آپ کی معروف تفسیر ''عروۃ الوثقیٰ'' کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اس کے علاوہ آپ کی تحقیقی کاوشیں دسیوں کتابوں پر محیط ہیں جن سے ہر خاص و عام علمی استفادہ کر رہا ہے۔ ''اثری'' ہونے کے ناطے سے اہلِ حدیث حضرات میں ان کا مقام مسلّم ہے آپ کا شمار بہترین خطاطوں اور کاتبوں میں ہوتا ہے۔

ادارہ طلوع اسلام آپ کا تفصیلی مقالہ' جو ماہنامہ ''رشد'' کے قراءات نمبر 3 میں شامل ایک مضمون ''پاکستانی مصاحف کی حالتِ زار اور معیاری مصحف کی ضرورت'' پر بے لاگ تبصرہ ہے' افادۂ عام کے لئے من و عن شائع کر رہا ہے۔ اس سے پہلے بھی ادارہ آپ کا ایک مضمون بعنوان ''سبعہ احرف'' شائع کر چکا ہے۔ (ادارہ)

''قرآنِ مجید دین و شریعت کی اساس اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر شروع سے ہی انتہائی اہتمام کے ساتھ اس کی ترویج و اشاعت ہوئی۔ گذشتہ چودہ صدیوں میں مختلف انداز میں کتابی صورت میں یہ ہم تک منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ البتہ جب سے دُنیا میں طباعت خانوں کا آغاز ہوا تو قلمی کتابت کے بجائے قرآن مجید باقاعدہ مطبع خانوں میں پرنٹ ہونے لگا۔ یہی وہ دور ہے جس میں قرآنِ مجید کی مخصوص کتابت کے مسلم اصول و ضوابط سے بتدریج انحراف شروع ہوا تا آنکہ رسم و ضبط' فواصل و وقوف کی غلطیاں مطبوع مصاحف میں عام ہوگئیں۔ اس خلاء و کمی کو محسوس

کرتے ہوئے مصحف کو فنی اُمور کے مطابق طبع کرنے کا دوبارہ آغاز مصر میں جلیل القدر محقق اور عالم قراءات رضوان بن محمد مخللاتی رحمہ اللہ نے کیا۔ علامہ مخللاتی کا کام انتہائی عظیم الشان تھا لیکن ان کا کام مصحف کو صرف رسم عثمانی کی پابندی کے ساتھ طبع کرنے کے احیاء کا تھا' یہی وجہ ہے کہ اس مصحف میں متقدمین کے علم ضبط کی مکمل پابندی ملحوظ نہیں رکھی گئی' چنانچہ والی مصر ملک فواد اوّل مرحوم نے حکومتی سطح پر دوبارہ قرآن مجید کو تمام فنی امور کی پابندی کے ساتھ طبع کرنے کا پروگرام بنایا اور شیخ القاری المصریۃ علامہ علی خلف الحسینی رحمہ اللہ' کی سربراہی میں ایک کمیٹی کی تحقیق سے ایک معیاری نسخہ طبع کروایا۔ یہ تسلسل برقرار رہا یہاں تک کہ سعودی فرمانروا ملک فہد بن عبدالعزیز مرحوم نے دوبارہ اسی کام کو مزید تحقیقی معیار کے ساتھ یوں آگے بڑھایا کہ مدینہ نبویہ میں اشاعت قرآن کا ایک عالمی ادارہ **مجمع الملک فهد لطباعة القرآنِ الكريم** کے نام سے کھولا اور دنیا بھر کے ممتاز ترین علمائے رسم وضبط اور ماہرین قراءات وتفسیر کو اکٹھا کر کے پوری محنت اور کوشش کے ساتھ کئی سال کی محنت سے ایک معیاری ترین مصحف تیار کر کے طبع کر دیا' جسے **مصحف المدينة النبوية** کا نام دیا گیا۔

پاکستان میں عرصہ دراز سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ اُردو دان طبقہ کے لیے بھی ان کی مانوس اصطلاحاتِ ضبط کے ساتھ ایک معیاری ترین مصحف کو طبع کیا جائے۔ قیامِ پاکستان کے بعد شروع میں قانونی طور پر انجمن حمایت اسلام کا شائع کردہ قران اربابِ اقتدار نے ماہرین فن کے مشورہ سے بطورِ قانون نافذ کر دیا جس کی پابندی بعدازاں طبع ہونے والے تمام مصاحف میں لازم قرار دی گئی' لیکن بہرحال 'انجمن' کا مذکورہ مصحف کوئی معیاری مصحف نہیں تھا' صرف وقتی طور پر اسے حکومت نے ایک قانونی مقام دے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ عرصہ دراز سے ماہرین کا حکومت سے بھرپور تقاضا چلا آ رہا ہے کہ مصحف مدینہ یا مصحف مصر وغیرہ کے انداز پر پاکستان کے لیے بالخصوص اور برصغیر کے لیے بالعموم ایک معیاری محقق نسخہ تیار کر کے اسے طبع کروا کر اس کو قانونی حیثیت دی جائے لیکن اس سلسلہ میں حکومت مسلسل مجرمانہ غفلت سے کام لے رہی ہے۔ شیخ القراء ڈاکٹر قاری اَحمد میاں تھانوی حفظہ اللہ' ماہرین فن کی نمائندگی میں عرصہ دراز سے وفاقی وزارت مذہبی امور اور وزارت اوقاف وغیرہ کو اس طرف متوجہ کرتے آ رہے ہیں لیکن صورتِ حال میں کسی طرح کوئی فرق نہیں آیا۔

رُشد قراءات نمبر کی حالیہ اشاعتوں کی آخر میں بطور سفارشات کے ہم نے ضروری خیال کیا کہ دیگر امور کی توضیح کے ساتھ ساتھ حکومت وقت کو اس ضرورت کا احساس بھی دلائیں کہ اللہ تعالیٰ کی کلام کے سلسلہ میں اس قسم کی لاپروائی انتہائی خطرناک ہے' جس کے بارے میں اللہ کے حضور جوابدہی سے ڈرنا چاہیے۔ زیرنظر مضمون کو اسی پس منظر اور احساس کے ساتھ قارئین رشد کو مطالعہ میں لانا چاہیے اور اس کارِ خیر کے لیے جہاں تک ممکن ہو سکے حکومت پر دباؤ ڈالنا چاہیے کہ وہ اس اہم کام کو سرانجام دے۔'' (ص 857-858)

''اہلِ رشد'' اور ناچیز بندہ کے ملے جلے الفاظ

اندازہ کیجئے کس خوبصورت انداز سے ثابت کیا گیا ہے کہ قلمی کتابت کی بجائے جب ''مختلف مطابع نے قرآنِ کریم طبع کرنے شروع کیے تو قرآنِ کریم کی مخصوص کتابت کے مسلم اصول وضوابط سے بتدریج انحراف شروع ہوا'''' اہلِ رشد'' کو جان لینا چاہیے کہ جب تک قرآنِ کریم کی قلمی کتابت نہیں ہوتی آج بھی کوئی مطبع قرآنِ کریم طبع کر ہی نہیں سکتا اور اس طرح کوئی مطبع بذاتہٖ کسی طرح کی کوئی تبدیلی الفاظ وحروف تو درکنار زبر' زیر' پیش اور شوشہ تک تبدیل نہیں کرسکتا جو کچھ کرتا ہے وہ کاتب ہی کرتا ہے' پرنٹر نہیں ۔۔۔ کمپوزر کرتا ہے' کمپیوٹر نہیں۔

قرآنِ کریم کی تلاوت کو آسان سے آسان تر اور تجوید حتیٰ کہ لحن ولہجہ میں درستی کرنے کے لیے جن لوگوں نے مساعی کیں ہم ان کے شکرگزار ہیں اور ان کا اجر عنداللہ محفوظ ہے لیکن ان تمام کوششوں کا وحی الٰہی سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ معروف وحی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی انسان کی طرف بھیجی جاتی تھی وہ نبی اعظم وآخر ﷺ پر ختم کر دی گئی۔ آپؐ سے ایک عرصہ بعد جب تلاوت قرآنِ کریم ایک فن قرار دیا گیا تو وہ محض اس لیے تھا کہ بہت سے علاقے مفتوح ہونے کے بعد اکثر لوگ اہلِ زبان نہ رہے اور ان کی زبان میں تلاوت قرآنِ کریم کی ادائیگی کے لیے کوششیں شروع کی گئیں جو ہوتے ہوتے ایک فن یعنی فن قراءت کا روپ اختیار کر گئیں یہاں تک قرآنِ کریم کا ایک عالمی ادارہ ''مجمع الملک فھد لطباعۃ القرآن الکریم'' معرض وجود میں آ گیا جو قرآنِ کریم کی طباعت کر کے مسلمانوں تک پہنچانے کی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ جس کی مساعی جمیلہ کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ بھی اس مضمون اور کتاب میں ہوتا رہے گا۔

اس کا مطلب یہ نہیں لیا جاسکتا کہ پاکستان میں جو مطابع قرآنِ کریم طباعت کا کام سرانجام دے رہے ہیں وہ کوئی غلط کام کر رہے ہیں کیونکہ اس رسم الخط کا پاکستانیوں کے لیے پڑھنا بہت آسان اور سہل ہے جس کی تلاوت کی شفوی' صوتی و سمعی صورت بالکل وہی ہے جو ''مجمع الملک فہد'' مدینہ منورہ کے طبع شدہ قرآنِ کریم کی ہے اس میں ذرا بھر بھی فرق نہیں پایا جاتا اس بات پر تجربہ شاہد ہے۔

''اہلِ رشد'' نے اپنے مضمون میں جو کچھ بیان کیا ہے اُس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ ''اہلِ رشد'' نے حکومت کی توجہ اُس طرف سے ہٹانے کی بھرپور کوشش کی ہے جس کی طرف بہت سے لوگوں نے بشمول تقی عثمانی' محمد طاہر مکی' ذاکر حسین' عبدالمنان نورپوری اور بہت سے دوسرے اداروں نے بذریعہ حکومت پاکستان ''اہلِ رشد'' کی توجہ دلائی تھی۔

''اہلِ رشد'' کی توجہ کے لیے

ناچیز بندہ نے ''سبعہ احرف کیا ہے؟'' کے مضمون میں تحریر کیا تھا کہ ''اہلِ رشد کے کرنے کا کام تو یہ ہے کہ وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کی قراءتوں میں جو فرق ہوا جس کے باعث وہ آپس میں الجھ گئے اُس کی

تلاش کریں کہ وہ فرق دراصل کیا تھا'' نیز ''اگر وہ یہ کام سرانجام دے سکے تو مبارک کے مستحق ٹھہریں گے اور پوری اسلامی دنیا ان کے علمی لوہا کو مان جائے گی اور اہل رشد وہ کام کر دکھائیں گے جو تیرہ سو سال میں کوئی نہ کر سکا''۔ (بحوالہ مضمون سبعہ احرف کیا ہے؟)

اسی طرح یہ بھی عرض کیا تھا کہ ''ناچیز بندہ کو معلوم ہے کہ ''رشد'' والے میری یہ بات ہرگز ہرگز نہیں مانیں گے کیونکہ وہ بہت بڑے لوگ ہیں اور ان کے پیچھے اتنی بڑی طاقت ہے کہ شاید وہ حکومت پاکستان کہے تو اس کی بات بھی تسلیم نہ کریں بلکہ اپنی بات حکومت پاکستان سے منوالیں۔'' (ایضاً)

بندہ نے یہ مضمون جنوری 2010ء میں تحریر کیا جو فروری 2010ء میں کمپوز ہو کر بعض دوستوں کے ہاتھوں تک پہنچا' رشد کی پہلی اور دوسری جلد طبع ہونے کے بعد جب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچی تو میرے علاوہ بہت سے لوگوں کی طرف سے ''رشد'' والوں کو کہا گیا کہ وہ سولہ مزید قرآنوں کی طباعت کے کام سے رک جائیں آپ لوگوں کا یہ اقدام صحیح نہیں ہے اور مختلف قراءات کو کتابوں کی زینت رہنے دیں اور ان کتابوں سے استفادہ کر کے اپنا کام چلاتے رہیں ان لوگوں میں سے کراچی کی بعض شخصیات جیسے ذاکر حسین' مفتی محمد تقی عثمانی' مفتی محمد طاہر مکی اور جناب عبدالمنان نور پوری جیسے لوگوں نے بھی ان کو ایسا ہی مشورہ دیا جیسا کہ رشد کی اس تیسری جلد سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ذاکر حسین صاحب کی طرف سے وفاقی مذہبی امور اور گورنر پنجاب کو بھی ایک خط بھیجا گیا۔

حکومت پاکستان اور عوام کے نمائندوں کی کوشش

علاوہ ازیں حکومت پاکستان نے بھی ''اہل رشد'' کو انتباہ کیا کہ وہ ایسا کام سرانجام دینے سے باز رہیں کہ اس سے اسلام کا نہیں تو کم از کم مسلمانوں کا یقیناً نقصان ہوگا چنانچہ رشد ہی کے صفحہ 600 سے 608 تک ان کا ذکر موجود ہے۔

اہل رشد کا حکومت کو انتباہ

اہل رشد نے مفتی محمد تقی عثمانی کو دبی زبان سے جواب دیا' مفتی طاہر مکی صاحب کی خوب خبر لی اور جناب نور پوری صاحب کے کیے گئے اشاروں کی اس طرح وضاحت کر دی کہ گویا ان کو اس طرح کے اشارہ دینے کا کوئی حق نہیں تاکہ وہ آئندہ محتاط رہیں۔ نیز ذاکر حسین صاحب کو باور کرایا گیا کہ اُنہوں نے بغیر پانی موزے اتار دیئے ہیں جس سے جو کچھ ہوگا ان کو ہوگا اہل رشد کا اس سے کچھ نقصان نہیں کہ وہ پہلے ہی جوتوں سمیت پانی میں کھڑے ہیں۔

ہاں! رہی پاکستان کی حکومت اور حکومت کے مذہبی امور کے وزیر تو ان کو انتباہ کیا گیا کہ ان کے کرنے کا کام اہل رشد کو اس طرح کے شوکاز نوٹس بھیجنا نہیں کیونکہ اہل رشد اس میدان میں اکیلے نہیں بلکہ ان کے ساتھ آل سعود کی بہت بڑی اسلامی حکومت اور کویت کے ایک عالمی ادارے کی سربراہ تنظیم لجنۃ الزکاۃ للشامیۃ والشریخ'' بھی ان کے ساتھ ہیں لہٰذا ذرا

ہمت کر کے ان کو بھی شوکاز نوٹس بھجوائیں ورنہ ''اہل رشد'' کو اپنے توبہ نامہ سے آگاہ کریں کہ وہ آئندہ اس طرح کی حرکت نہیں کریں گے اور اہل رشد کی ہدایت کے مطابق اگر حکومت نے توبہ نامہ نہ بھجوایا تو ان کے خلاف ''اہل رشد'' کاروائی کریں گے۔

آنکھیں دکھانے کے بعد حکومت کو مشورہ

اس طرح حکومت کو آنکھیں دکھانے کے بعد یہ مشورہ بھی دیا کہ اس وقت پاکستان میں عموماً جو مصاحف طبع ہو رہے ہیں اور خصوصاً ضیا پبلی کیشنز والے جو قرآنِ کریم طبع کرا رہے ہیں وہ سینکڑوں، ہزاروں اور لاکھوں کی اغلاط سے مملو ہیں ان کی اشاعت جلد از جلد بند کی جائے پھر ان غلطیوں کے احصاء پر جامعتہ الاسلامیہ لاہور کے ان علماء کو لگایا گیا جو سولہ مختلف قراءتوں کے نسخے تیار کر چکے ہیں تو انہوں نے ان غلطیوں کی مکمل فہرست بھی شائع کر دی جو رشد کے صفحہ 859,860 پر درج ہے حالانکہ یہ محض تسلی ہے ورنہ آٹھویں جماعت کے تین طالب علم جن کے ہاتھ میں سعودیہ کا طبع شدہ قرآن دے دیا جائے اور سعودیہ کا طبع شدہ قرآن جو انہوں نے اہل پاکستان کے لیے طبع کرایا ہے اور تقسیم کرا رہے ہیں تو یہ کام صرف تین گھنٹوں میں سرانجام دیا جا سکتا ہے جس پر جامعتہ الاسلامیہ لاہور کے بارہ محققین نے چار ماہ صرف کیے ہیں لیکن اس سے پہلے جو عبارت درج کی گئی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں جو اس طرح تحریر ہے کہ:

اہل رشد کا بیان 859,860

''پاکستان میں متعدد ادارے اور مطابع قرآنِ مجید کی طباعت کر رہے ہیں، لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ [مکتبہ دارالسلام لاہور، جنہوں نے حال ہی میں رسم عثمانی کے مطابق ایک مصحف شائع کیا ہے، کے علاوہ] کسی بھی ادارے کا مطبوعہ قرآنِ مجید رسم عثمانی کے اصولوں پر پورا نہیں اترتا۔ نیز ان مصاحف میں فواصل، ضبط اور اوقاف کی تعیین کی بھی متعدد اغلاط پائی جاتی ہیں۔

بطورِ مثال ہم نے ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور کے مطبوعہ پاروں کا جائزہ لیا تو تیس پاروں کے اندر رسم اور ضبط کی متعدد اغلاط پائی گئیں جہاں علم الرسم اور علم الضبط کے اصولوں کے خلاف کتابت کی گئی ہے۔ کلیۃ القرآن، جامعتہ الاسلامیہ لاہور کے فاضل محققین نے محنت شاقہ فرما کر عرصہ چار ماہ میں رسم اور ضبط کی ان تمام اغلاط پر نشان لگا دیئے ہیں اور ان غلطیوں کو شمار بھی کر دیا ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔ (حالانکہ یہ محض ایک بناوٹ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں)۔

پارہ	رسم کی اغلاط	ضبط کی اغلاط	ہمزہ کی اغلاط
1	76	1473	851
2	78	1404	1065
3	58	1488	1046
4	91	1545	948
5	73	1636	927
6	54	1554	1118
7	54	1525	1028
8	54	1402	883
9	67	1424	992
10	131	1573	1018
11	44	1344	672
12	62	1169	900
13	54	1163	968
14	56	1077	746
15	45	1035	837
16	62	1325	930
17	57	1526	895
18	76	1675	947
19	53	1610	1010
20	58	1350	979
21	81	1349	967
22	56	1295	847
23	121	1509	964
24	49	1216	881
25	41	1423	1280
26	108	1546	981
27	176	1495	998
28	126	1637	1195
29	83	1517	899
30	81	1300	1004

اس نشاندہی کے بعد تحریر ہے

''مذکورہ اعداد و شمار سے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے پاکستان میں قرآنِ مجید جیسی عظیم الشان کتاب کی مراجعت و تصحیح کا سرے سے کوئی نظام ہی نہیں ہے۔ ان اغلاط میں سے رسم کی غلطیاں ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہیں خصوصاً جب کہ ہمارے دینی مدارس میں علم الرسم پر ضخیم کتب پڑھائی جاتی ہیں اور علم الرسم کے ماہرین کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ تمام اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآنِ مجید کو رسم عثمانی کے مطابق لکھنا فرض اور واجب ہے اور اس کے خلاف لکھنا حرام ہے۔ (اِس فتویٰ کی کوئی حیثیت نہیں۔ راقم) رسم عثمانی کے مطابق کتابت کے وجوب کے باوجود ہر پارے میں اتنی اغلاط کا وجود سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک واجب کی ادائیگی میں اتنی بڑی کوتاہی!!! محکمہ اوقاف کی طرف سے مقرر کردہ لائسنس ہولڈر پروف ریڈرز کو بھی چاہیے کہ وہ صرف 'حروف ریڈنگ' کی بجائے حقیقی پروف ریڈنگ کو شیوہ بنائیں جس میں رسم' ضبط' فواصل اور اوقاف کا بھی خصوصی دھیان رکھیں۔ اگر وہ علم الرسم وغیرہ سے نابلد ہیں تو سب سے پہلے ان علوم پر دسترس حاصل کریں اور پروف ریڈنگ کرتے وقت رسم کا خصوصی دھیان رکھیں۔ صرف زبر' زیر' پیش' شدّ اور مدّ وغیرہ کی پروف ریڈنگ کر کے تصحیح کا سرٹیفکیٹ جاری کر دینا کتاب کا استخفاف اور اپنی جان پر ظلم ہے''۔ (حالانکہ اصل ظلم اس طرح کی بات تحریر کرنا ہے جو اہل رشد کر رہے ہیں)۔

اغلاط کا مجموعہ

تیس پاروں کی ان اغلاط کو جمع کرنے سے رسم کی اغلاط 2205 ضبط کی اغلاط 42585 اور ہمزہ کی اغلاط 28776 ہوتی ہیں اور ان سب کو جمع کیا جائے تو ان کی کل تعداد 73566 ہوتی ہے۔ اسی طرح حکومت پاکستان کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ پاکستان کے مطابع خصوصاً ضیا القرآن پبلی کیشنز والے جو قرآنِ کریم طبع کر رہے ہیں ان کی حالت ذرا اس طرح ہے۔

لیکن قارئین کرام غور فرمائیں کہ اس طرح تحریر فرما کر ''اہل رشد'' نے کیا تاثر قائم کرنا چاہا ہے۔ یہی نا کہ جو کام ہم کر رہے ہیں وہ تو عین خدمت دین اسلام ہے کیونکہ ہم ایک کی بجائے 16 قرآنِ کریم الگ الگ قراءتوں پر طبع کرنے کا عزم رکھتے ہیں جو رسم الخط' ضبط کی اغلاط اور ہمزہ کی اغلاط سے پاک ہوں گے اور مکتبہ دارالسلام لاہور نے جو ایک نسخہ ایسی غلطیوں سے پاک پہلے ہی طباعت کرا دیا ہے اس طرح یہ 17 نسخے تمام غلطیوں سے پاک طبع کر کے جو خدمت دین ہم سر انجام دے رہے ہیں اس میں حکومت نے اگر روڑا اٹکانے کی کوشش کی تو وہ ان تمام اداروں اور خصوصاً ضیا القرآن پبلی

کیشنز کے غلطیوں سے بھرپور قرآن جو طبع ہو رہے ہیں ان سب کی ذمہ دار ٹھہرے گی۔ (اور اس طرح ''اہل رشد'' حکومت کی ٹانگیں کھڑی کر دیں گے)۔ حالانکہ ان 29 ہزار میں سے 9 اغلاط بھی ایسی نہیں جن کو ضیاء القرآن کی اغلاط قرار دیا جا سکے کیونکہ یہ سب کی سب ''مجمع ملک فہد'' میں من وعن موجود ہیں اور اسی طرح ''مکتبہ دارالسلام'' کے مذکورہ قرآن اور تفسیر میں بھی جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

ایک تیر اور دو شکار اور حکومت پاکستان پر برہمی

اس طرح ''اہل رشد'' نے گویا ایک تیر سے دو شکار کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت پاکستان کی توجہ بھی دوسری طرف موڑ دی ہے اور ان کے کرنے کے کام کی طرف متوجہ کر دیا ہے اور نہایت مہارت کے ساتھ یہ کام سرانجام دیا ہے۔ یہ صرف ایک بات نہیں اس طرح کی سینکڑوں سے بھی متجاوز باتیں ہیں جن کا جوڑ ہمارے یہ مذہبی راہنما اصل جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ اس طرح لگا دیتے ہیں کہ لوگ بحثیں کر کر کے تھک جاتے ہیں لیکن کسی بھی بحث کا کوئی صحیح نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کیوں؟ محض اس لیے کہ اُن کا جوڑ اصل جگہ سے ہٹا کر نہایت صفائی سے دوسری جگہ لگا دیا ہے جیسے ''الربوا'' ''جہاد'' ''ستر وحجاب'' ''حلال وحرام'' ''حدود اللہ'' ''کتاب وسنت'' اور ''ارکانِ اسلام'' وغیرہ کے ساتھ اُنہوں نے کیا ہے اور خود آرام سے بیٹھے تماشا دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح سر پھٹول ہوتی ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ اس کو ہماری قومی زبان میں کہتے ہیں ''شہد سے پُر انگلی دیوار کے ساتھ لگانا'' جس کے نتیجہ میں قتل کی واردات کا مقدمہ درج کرایا جانا'' اور پنجابی زبان میں کہا جاتا ہے ''ویکھو جٹ دے ڈھو مارے ہِک تے لگّن دو۔''

جواب ضیا القرآن پبلی کیشنز کے ذمہ ہے

اوپر درج شدہ عبارت کا اصل جواب تو ضیا القرآن پبلی کیشنز 9۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور کے ذمہ ہے امید ہے کہ وہ ان شاء اللہ دیں گے مجھے ان کی ترجمانی کی ضرورت نہیں۔ ناچیز بندہ کا تعلق اگرچہ کسی بھی سیاسی پارٹی یا مذہبی گروہ بندی سے نہیں لیکن اس ملک عزیز پاکستان کا شہری ہونے کے ناطے اتنی بات عرض کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ یہ پاکستان کے طبع شدہ مصاحف ہیں جامعۃ الاسلامیہ لاہور کو اغلاط اب کیسے نظر آئی ہیں کیا پہلے ان کی آنکھوں پر کوئی پٹی بندھی تھی جو اب کسی نے کھول دی ہے یا اس کا مطلب ومقصد کچھ اور ہے۔ کیونکہ ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزر رہا ہے کہ انجمن حمایت اسلام نے اس سلسلہ میں بہت زیادہ کوشش کر کے ایک نسخہ قرآنِ کریم کا ترتیب دیا تھا جس میں ان تمام چیزوں کا خیال رکھا گیا تھا اور حکومت پاکستان نے تمام اسلامی حکومتوں کے ساتھ رابطہ قائم کر کے اس نسخہ کو معیاری قرار دیا تھا جس میں جامعۃ

الاسلامیہ لاہور کے فکری اور نسبی آبا ؤ اجداد بھی موجود تھے۔

علماء کرام کی مساعی

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس نسخہ کی تیاری سے قبل قرآنِ کریم میں کسی طرح کی کوئی غلطی موجود تھی' ہرگز نہیں بلکہ اوقاف' ان کی ترتیب' ان کے نام اور وضاحت مختلف تھی جو دراصل بعد میں مختلف علمائے کرام نے قائم کیے تھے اور اس طرح سورتوں کی آیات کی تعداد کا انہوں نے لوگوں کی سہولت کی خاطر احصاء کیا تھا جن میں کہیں کہیں فرق پایا جاتا تھا جس کو انہوں نے یکساں کر دیا اور اس تحریر کے نسخہ جات تمام برصغیر میں طبع ہوتے تھے۔ چاہے مختلف کاتبوں کے باعث قلم کے جلی و خفی ہونے کا فرق پایا جاتا تھا اور یہ فرق بدستور اب بھی موجود ہے۔

حالات بدلتے رہتے ہیں

وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کے حالات بدلتے آئے ہیں بدل رہے ہیں اور بدلتے رہیں گے۔ ان ہی تبدیلیوں میں ایک یہ تبدیلی بھی آئی کہ حکومت سعودیہ نے اپنی خوشحالی کے باعث قرآنِ کریم کی یہ خدمت اپنے ذمہ لے لی کہ وہ قرآنِ کریم کے مختلف سائزوں کے نسخے تیار کر کے تمام مسلمان ممالک میں تقسیم کرے۔ جب یہ سلسلہ حکومت نے شروع کیا تو علمائے کرام نے بھی پانچوں گھی میں ڈالنے کے لیے اس حکومت کو باور کرایا کہ قرآنِ کریم کے الفاظ کی تحریر میں جو یکسانیت نہیں پائی جاتی اُس میں یکسانیت لائی جائے تو لوگوں کو پڑھنے میں سہولت ہوگی مثلاً **اَصَابِعَهُمْ** کا لفظ کہیں الف کے ساتھ اور کہیں **اَصٰبِعَهُمْ** کھڑی زبر کے ساتھ تحریر ہے اس کو ہر جگہ **اَصٰبِعَهُمْ** کر دیا جائے تا کہ یکسانیت قائم ہو جائے جس کی سینکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن اس کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ **اَصٰبِعَهُمْ** کا رسم الخط آسمان سے نازل ہوا ہے اور **اَصَابِعَهُمْ** پاکستان کے لوگوں اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز والوں یا دوسرے اداروں نے بنا لیا ہے اور نہ ہی یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ رسم عثمانی میں سے فلاں فلاں جگہ کھڑی زبر سے لکھا گیا تھا اور بعد میں پاکستانوں نے اس کو الف کے ساتھ تحریر کر دیا ہے یا ان میں سے ایک خط رسم عثمانی کے مطابق ہے اور دوسرا اس کے خلاف ہے۔ اس طرح اس کی تلاوت میں بھی کوئی شفوی' سمعی اور صوتی فرق نہیں کیا جا سکتا۔ رسم عثمانی جس کا نام رکھا گیا ہے اور پھر اس کو توقیفی کہا گیا ہے نہ کوئی فرق آیا ہے کیونکہ اس رسم الخط میں بھی اس طرح کی یکسانیت موجود نہیں۔ **ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین O**

تعجب بالائے تعجب ہے کہ ایک طرف تو یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ رسم الخط عثمانی میں اعراب تھے نہ نقاط اور اسی طرح نہ کسی طرح کی کوئی دوسری علامات تھیں جو آج کل قرآنِ کریم کی تلاوت کے لیے لوگوں کی سہولت کی خاطر بنا دی گئی ہیں

یہاں تک کہ قرآنِ کریم کے نزول کے وقت سے ۶۵ سال تک حروفِ تہجی کی تحریر کا کوئی قاعدہ ہی موجود نہیں تھا اور نہ ان کی شناخت کی کوئی علامت تھی۔ اگر فی الواقع ایسا تھا تو اس وقت اس رسم الخط کو رسم عثمانی سے کیوں یاد کیا جاتا ہے جب کہ یہ خط سراسر اُس کے خلاف ہے نیز ایک ڈیڑھ سو سال کے بعد اس قرآنِ کریم کے رسم الخط کو رسم عثمانی سے کیوں یاد کیا جاتا ہے جب کہ یہ خط سراسر اُس کے خلاف ہے نیز ایک ڈیڑھ سو سال کے بعد جو قرآن کریم کا رسم الخط طے ہوا اس کی نقل بھی اس طرح دی گئی کہ عام آدمی کیا خاص لوگ بھی اُسے پڑھنے سے قاصر ہیں تجربہ کے لیے رشد کے دیئے گئے نمونہ ہی کو ایک بار ملاحظہ فرمالیں تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ اُس خط کا ہمارے اس موجودہ خط سے خواہ وہ قرآنِ کریم کسی بھی ادارہ کا طبع شدہ ہو یہاں تک کہ سعودیہ کے وہ چاروں قرآن کریم سے یکساں میل نہیں کھاتا۔ ہاں کوئی لفظ کسی قرآن کے خط سے اور کوئی دوسرا کسی اور قرآنِ کریم سے بمشکل ملایا جا سکتا ہے وہ بھی محض اعراب اور دوسری علامات کے سوا کیونکہ ان چیزوں کا اس میں کوئی نام ونشان نہیں۔

قرآنِ کریم کے مختلف نمونے

مزید یہ کہ ایک صفحہ یا صفحہ کا کچھ حصہ دیکھ کر پورے قرآنِ کریم کی عبارت کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دنیا میں مختلف جگہوں پر ایسے قرآنِ کریم کے نمونے موجود ہیں اور سب کے سب یکساں ایک جیسے نہیں۔ تحقیق سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نزول قرآن کے وقت مختلف لوگوں نے قرآنِ کریم کی وحی کو تحریر کیا ہے اور سب کا تباِن وحی کا طرزِ تحریر یکساں نہیں تھا جس کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں اور سب سے بڑی شہادت آج بھی موجود ہے کہ قرآنِ کریم کے تمام دنیائے اسلام کے طبع شدہ نسخوں کو جمع کیا جائے تو آج بھی ان میں یکسانیت نہیں پائی جاتی۔ مجمع الملک فہد کی تمام کوششوں کے باوجود بھی مکمل طور پر ان کے رسم الخط میں یکسانیت نہیں آ سکی اور جب شفوی وسمعی فرق موجود نہ ہو تو اس طرح کے فطری فرق کو ختم کرنا فی نفسہٖ صحیح اور درست نہیں۔ جس طرح تمام انسان ایک جنس ہونے کے باوجود علاقائی فرق رکھتے ہیں اور اس سے جنسِ انسانی میں کوئی فرق نہیں آتا بعینہٖ یہی صورتِ حال رسم الخط کا بھی ہے کیونکہ اس کا بھی عہد عثمانی کے مختلف کاتبوں اور مختلف علاقوں اور ملکوں کی طرزِ تحریر سے تعلق ہے۔ اور رسم الخط کے اس فرق کے باوجود شفوی' سمعی اور صوتی صورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

کسی مکتبہ فکر سے اختلاف کا مطلب

یاللعجب کہ ''اہل رشد'' نے محض مکتبہ فکر کے پیش نظر اپنی امانت و دیانت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ ضیا القرآن پہلی

کیشنز کا تعلق اگر دوسرے مکتبہ فکر سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ محض ان کی دوسری فکر کے باعث ''اہل رشد'' اپنی امانت و دیانت کو خیر باد کہہ دیں اس کا تعلق اسلام سے نہیں بلکہ غیر مسلم بھی ایسی حرکت کرتے شرماتا ہے کہ یہ بات تمام انسانوں کے سامنے آ سکتی ہے۔ اندریں وجہ جو بات انسانیت کے خلاف ہو اُس کو منہ پر لانا ہی برا ہے چہ جائے کہ تحریر میں لائی جائے۔

ہاں! اس میں ضیاء القرآن پبلی کیشنز کی کوئی خاص بات ہوتی جس کا تعلق پورے مکتبہائے فکر کے مطابع سے نہ ہوتا محض انہوں نے اپنی طرف سے کوئی اس طرح کی کمی بیشی کی ہوتی تو اس طرح کی بات اچھی نہ ہونے کے باوجود بھی اُس کے کرنے کا کوئی جواز ہوتا جب ''اہل رشد'' کو بھی معلوم ہے کہ یہ تمام ملک کے مطابع کی بات ہے جو قابل اعتراض بھی نہیں جس کو محض اپنا عیب چھپانے کے لیے بیان کیا جارہا ہے تو اس کا ہرگز کوئی جواز موجود نہیں تھا۔ اگر یہ قرآنِ کریم نول کشور نے بھی طبع کیا ہوتا تو بھی تمام مطابع کی بات فقط نول کشور کے ساتھ جوڑنا قانوناً اور اخلاقاً منع ہوتا۔

قرآنِ کریم اور علاقائی فن کتابت

جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے کہ قرآنِ کریم کے محض علاقائی خط سے موازنہ کر کے ان کو ہزاروں کی تعداد میں غلطیاں شمار کیا گیا وہ سعودیہ کے اپنے رسم الخط اور رسم ضبط سے ہے اس کو رسم عثمانی قرار دینا بھی دیانت کے خلاف ہے سعودیہ کے موجودہ رسم الخط اور تیس سال گذشتہ رسم الخط میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے کیا یہ رسم الخط جس کو رسم عثمانی قرار دیا گیا ہے یہ چودہ سو سال بعد آسمان سے براہِ راست ''اہل رشد'' کے ہاں نازل ہوا ہے' اگر نہیں تو کیا سعودی عرب میں آج سے تیس سال قبل تک قرآنِ کریم غلط پڑھا جاتا رہا ہے اگر ایسی بات ہے تو ان گزشتہ نسلوں کا کیا ہوگا جن میں ملک عبدالعزیز اور علامہ عبدالوہاب جیسے لوگ بھی شامل تھے۔

مجمع الملک فہد کا پاکستانیوں کے لیے قرآن

ایک بات یہ بھی ہے کہ اس موجودہ وقت میں خود **مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشريف ص ب ۶۲۶۲ المدينة المنوره** نے ۱۴۰۴ھ میں جو قرآن کریم اہل پاکستان کو طباعت کرا کے دیا جو آج بھی پاکستان کے بیشتر گھروں میں موجود ہے جس کا عکس اس تاج کمپنی کے طبع شدہ قرآن کریم سے لیا گیا کیونکہ پاکستان کے لوگوں کے لیے اس رسم الخط میں پڑھنا آسان ہے کہ ہر چھوٹا بڑا' جوان بوڑھا اور مرد و عورت اس کو آسانی سے پڑھ سکتے ہیں اگر یہ خط رسم عثمانی کے خلاف ہے تو اُنہوں نے اس کو طباعت کر کے کیوں برصغیر کے ان ممالک میں دیا جو آج تک دیا جارہا ہے اور

اس گناہ میں وہ کیوں شریک ہیں۔

مجمع ملک فہد اور علماء کرام

یہاں سے جو علمائے گرامی قدر حجاج کرام بن کر ہر سال حج کی سعادت محض اس لیے حاصل کرتے ہیں کہ اکثر کے اخراجات سعودی عرب یا حکومت پاکستان برداشت کرتی ہے وہ حج کی سعادت حاصل کرنے کے ساتھ دنیوی دولت کی سعادت بھی اس طرح حاصل کرتے ہیں کہ ''مجمع'' کو درخواست پیش کرتے ہیں کہ ہمارے مدارس میں یہی خط پڑھا پڑھایا جاتا ہے اور ہمارے تمام لوگوں کے لیے بھی اس کا پڑھنا آسان ہے لہٰذا ہمیں اس خط کے نسخے اپنے مدارس کے لیے درکار ہیں اور ہر درخواست میں سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد کا مطالبہ ہوتا ہے پھر ''مجمع'' اپنی صوابدیدی کی بیشی کے ساتھ یا درخواست دہندہ کی رسم و راہ کے باعث زیادہ سے زیادہ جتنی تعداد میں منظوری ہوتی ہے وہ مع کرایہ ادا کرتا ہے اور درخواست دہندہ یہ قرآنِ کریم کے نسخے پاکستان لا کر کسی بھی پبلشر کے ہاتھ فروخت کر کے رقم اپنے کیسہ میں ڈال لیتا ہے جس پر اپنے گھر کا تمام نظام چلاتے ہوئے آئندہ سال کی تیاری کی کوشش شروع کر دی جاتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں ''ہم خرما و ہم صواب۔''

مجمع ملک فہد کی طباعت کا وبال ضیاء القرآن کے سر کیوں؟

آپ بتا سکتے ہیں کہ اس رسم الخط کے قرآنِ کریم جو سعودیہ عرب سے یہاں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں لائے جاتے ہیں کیا ان کا گناہ بھی ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے سر میں رہے گا یا اس میں کوئی دوسرا بھی شریک ہوگا اور اسی طرح یہ بھی کہ حکومت پاکستان ساری گرفت بقول رشد ضیاء القرآن پبلی کیشنز پر ہی ڈال دے یا اس میں کچھ حصہ جامعۃ الاسلامیہ لاہور یا ان کے ساتھ ہمارے جیسے بہی خواہوں کو بھی ملنا چاہیے اور خصوصاً ''مجمع الملک فہد'' قائم کرنے والوں کو بھی جو اس قرآنِ کریم کو طبع کرا کر مفت تقسیم کرتے چلے آ رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ اہل رشد کو چاہیے کہ ہمیں نہ سہی وہ اپنے ساتھیوں کو تو اس گناہ عظیم سے باز رکھیں اور حکومت پاکستان کی گرفت سے بھی ان کو بچائیں کیونکہ وہ بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں جس جرم کی نشاندہی ''اہل رشد'' نے حکومت پاکستان کو کی ہے۔

مجمع ملک فہد کا قرآن پاکستانیوں کی تلاوت کے لیے

ویسے سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ ''مجمع ملک فہد'' نے جو قرآنِ کریم طبع کرا کر مختلف ممالک میں بھجوائے ہیں ان

میں ایک قراءت تو وہ ہے جو''حفص'' کے نام سے معروف ہے ہم چاہے اس بات کو تسلیم نہ کریں لیکن ''اہل رشد'' سمیت بہت سے مکتبہائے فکر اس کو مانتے اور تسلیم کرتے ہیں اور اس کی طباعت وہ دو طریقوں سے کرتے ہیں ایک طریقہ تو وہی ہے جو پاکستان میں ضیاء پبلی کیشنز والوں نے اپنایا ہے اور دوسرا طریقہ یعنی رسم الخط وہ ہے جو سعودیہ عرب کے لوگوں کے لیے مخصوص ہے اور دونوں کے فرق کو بھی ''اہل رشد'' نے واضح کر دیا ہے کہ ایک طریقہ رسم الخط وہ ہے جو''مجمع ملک فہد'' میں رسم عثمانی کے نام سے نازل ہوا ہے اور دوسرا طریقہ یعنی رسم الخط وہ ہے جو پہلے نزول قرآن کے وقت سے لے کر آج سے تیس سال پہلے تک پڑھا جاتا رہا ہے اور آج بھی اس کی طباعت ضیاء پبلی کیشنز والے پاکستان میں کر رہے ہیں جس کے گناہ اور جرم میں پہلے پاکستان کی تاج کمپنی پیش پیش تھی اور اس وقت''مجمع ملک فہد'' بھی اس کی طباعت کے گناہ اور جرم میں شریک ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے۔

مجمع ملک فہد اور قراءات ورش' دوری اور قالون وغیرہ

قراءت''حفص'' کے علاوہ تین قراءت اور بھی ہیں جو''مجمع ملک فہد' طباعت کرا رہا ہے یعنی قراءت ورش' دوری اور قالون پھر تعجب یہ ہے کہ یہ تینوں قراءات بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں رسم الخط کے لحاظ سے بھی اور قراءات کے لحاظ سے بھی اگرچہ فرق محدود ہے تاہم ہے ضرور ان تینوں قراءات میں جو فرق موجود ہے وہ بھی بیسیوں کی تعداد میں ہے ان تمام باتوں کو یکجا جمع کرنے کے باوجود اس فرق کا پتہ نہیں چلتا جس فرق سے یہ''سبعہ احرف'' کی اصطلاح جاری ہوتی ہے یعنی سیدنا عمر فاروق اور ہشام بن حکیم بن حزام کی قراءتوں کا جو فرق تھا کہ ان دونوں میں سے ایک کی قراءت تو ہم یقیناً پڑھ رہے ہیں لیکن دوسرے کی قراءت کو کون اُٹھا لے گیا ہے اور وہ کہاں گم ہوگئی ہے اس لیے کہ قراءات پر سینکڑوں نہیں ہزاروں روایتیں بیان کی گئی ہیں اور پھر ان ہزاروں روایتوں کو سات اور بعض اوقات دس قراءات میں تقسیم کیا جاتا ہے پھر دس کے دو دو شاگردوں کی وجہ سے ان کو بیس کے عدد میں شمار کیا جاتا ہے جس کے باعث چار قراءتوں پر''مجمع ملک فہد'' نے کام کر کے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے اور اب سولہ مزید قرآنِ کریم کے الگ الگ نسخے طباعت کرنے کا عزم جامعۃ الاسلامیہ لاہور کے زیر اہتمام پایہ تکمیل کو پہنچایا جا رہا ہے۔

عمر فاروقؓ اور ہشام بن حکیمؓ کی قراءتوں میں سے ایک

''اہل رشد'' کی ان تمام تر کوششوں کے باوجود جب تک اُس دوسری قراءت کا پتہ نہ چلے اُس وقت تک قرآنِ

کریم کی وہ شہادت جو الٰہی حفاظت پر دال ہے مکمل نہیں ہوتی کیونکہ اس میں واضح الفاظ موجود ہیں کہ دونوں قراءتوں پر آپ کا ایک جیسا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ''اسی طرح نازل ہوئی ہے'' ناچیز بندہ ''اہل رشد'' کے سامنے پہلے بھی ہاتھ جوڑ کر عرض کر چکا ہے کہ یا تو اس دوسری قراءت کو روایات میں تلاش کر دیا اس کا یہ مطلب و مفہوم تسلیم کر لو کہ یہ ''سبعہ احرف'' کا جملہ اُس وقت بولا گیا تھا جب ابھی قرآنِ کریم کا نزول مکمل نہیں ہوا تھا اور صحابہ کرام جتنا قرآنِ کریم ان کو یاد ہوتا تھا اُس کو اپنی مرضی سے ترتیب دے کر تلاوت کر لیتے تھے اس لیے کہ مکمل ترتیب کا ابھی تک اعلان نہیں ہوا تھا جب قرآنِ کریم کی آیات کہیں سے بھی ملا کر پڑھی جاتیں تو وہ قرآنِ کریم ہی ہوتی تھیں اور ہر ایک اپنی صوابدید کے مطابق ان کی قراءت کرتا تھا جب قرآنِ کریم کا نزول مکمل ہوا اور جبریل علیہ السلام کے ساتھ مل کر آپؐ نے اللہ کے حکم سے اس کی ترتیب دے دی اور عرضہ اخیرہ میں اس کی سورتوں اور سورتوں کی آیات کا تعین ہو گیا اور موجودہ ترتیب کے ساتھ اس کی تکمیل ہو گئی ''سبعہ احرف'' کا جملہ بھی اس کے ساتھ ہی ختم ہو گیا اور ''سبعہ احرف'' کی تمام شروط اس ایک ہی تلاوت میں مکمل ہو گئیں۔ اب قرآنِ کریم کی آیات کو اگر کوئی شخص اپنے مضمون کی ترتیب کے لحاظ سے جمع کرے گا تو سب کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ آیات قرآنِ کریم کی فلاں فلاں سورت سے لی گئی ہیں اواس ترتیب میں سات نہیں چاہے وہ بیسیوں آیات کو اپنی ترتیب کے ساتھ جمع کر کے اپنے مضمون کو بیان کرے یا اپنے مضمون کو تحریر کرے کسی شخص کو بھی کسی طرح کا کوئی ابہام پیدا نہیں ہوگا اور چونکہ سورتوں اور آیتوں کا احصاء ہو چکا ہے اس لیے نماز میں کبھی بھی کسی شخص کو اپنی ترتیب دے کر تلاوت کرنے کی ضرورت نہیں رہی لہٰذا وہ اُسی ترتیب سے اُن کو پڑھے گا جو ترتیب مکمل ہو چکی ہاں! نماز کی ہر رکعت میں وہ جہاں سے چاہے قرآنِ کریم کی تلاوت کرے یا کسی ایک سورت کو پڑھ لے کہ قرآنِ کریم کا حکم ''**فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ** '' آج بھی بدستور اسی طرح موجود ہے۔

ناچیز بندہ کا مضمون

''سبعہ احرف'' کا یہی مضمون ناچیز بندہ نے اپنی کتاب ''قرآن کریم اور سبعہ احرف'' میں بیان کیا ہے اور اس جگہ بھی اور بہت سی دوسری جگہوں میں بھی اس کی وضاحت کر دی ہے تا کہ سب کو ذہن نشین ہو جائے نہیں تو کم از کم دوسرے بہت سے مفاہیم کے ساتھ اس مفہوم کو بھی سمجھ لیا جائے کہ ایک ناکارہ نے پہلے تمام بزرگوں سے ہٹ کر اس طرح بھی بیان کیا

ہے چاہے اس کو تسلیم نہ کیا جائے۔

قراءت کے الگ الگ دو نسخے اور مجمع ملک فہد

''اہل رشد'' واقعی اگر حکومت پاکستان سے ضیاء القرآن پبلی کیشنز کو قرار واقعی سزا دلا لیں اور ان کے ساتھ دوسرے طباعتی ادارے بھی سوائے مکتبہ دارالسلام کے قرآنِ کریم کی اشاعت بند کر دیں تو پھر بھی وہ اختلاف اسی طرح قائم و دائم رہے گا کیونکہ ''مجمع ملک فہد'' کے طباعت شدہ ان تمام نسخوں کا ایک دوسرے سے اختلاف بدستور موجود رہے گا اور ''اہل رشد'' کے سولہ قرآنِ کریم کے الگ الگ نسخے جب معرضِ وجود میں آئیں گے تو اُن میں جو اختلافات ہوں گے وہ کیسے ہوں گے اس کا بیان اُس وقت ممکن ہوسکتا ہے جب وہ معرضِ وجود میں آئے اور نزول قرآنِ کریم کی تکمیل ہوئی۔

تجزیہ اور تجربہ خود کریں

مجمع الملک فهد المدینة المنوره کے طبع شدہ پانچوں قرآن کریم کے بطور نمونہ ''ماہنامہ رشد'' میں دیئے گئے ایک ایک صفحہ کو بغور دیکھیں کیا ان کا رسم الخط وغیرہ یکسانیت رکھتا ہے۔ ہرگز نہیں، لیکن ان سب نسخوں کی صوتی، سمعی اور شفوی صورت میں بالکل یکسانیت پائی جاتی ہے پانچ مختلف قاریوں کو برابر برابر بٹھا کر ان پانچوں نسخوں سے کوئی بھی جگہ ان کے سامنے رکھیں اور ان کی تلاوت پر خوب دھیان دیں یا ایک ہی قاری کو الگ الگ ان نسخوں سے تلاوت کروا کر دیکھیں ان میں ہر طرح کی یکسانیت پائیں گے ذرا بھر بھی فرق نہیں دیکھیں گے اور قرآنِ کریم کی نزولی صوت جو آپؐ سے براہِ راست کاتبین وحی نے پائی وہ یہی تھی جس کا برقرار رہنا تلاوتِ قرآنِ کریم میں فرض عین ہے بعد میں آنے والے لوگوں نے جو اس سلسلہ میں کام کیا وہ محض لوگوں کی سہولت کے لیے ہے جو علاقائی معاملہ ہے جس کا وقت اور حالات کے ساتھ تعلق ہے ان چیزوں کو فرض و واجب کا نام دینا فی نفسہٖ زیادتی ہے کیونکہ فرض و واجب کا تعلق براہِ راست اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے جس کو کتاب وسنت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لوگوں کی قراءتوں کو کتاب وسنت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ سب کچھ ''اہل رشد'' نے محض حکومت پاکستان کی توجہ اصل حقیقت سے ہٹانے کے لیے اور ایک صاف اور سیدھے راستہ سے ہٹا کر دوسرے راستہ پر لگانے کی راہ نکالی ہے اور اس طرح اصل راہ سے ہٹانے کے لیے مذہبی راہنماؤں نے قبل ازیں بیسیوں نہیں سینکڑوں چالیں چلی ہیں اور فی الواقع امت کو اصل راہ سے ہٹا کر دوسری راہ پر لگا دیا ہے جیسا کہ پیچھے اشارہ دیا گیا ہے اور آج وہ اصل راہ کسی کو یاد ہی نہیں رہی اگر کوئی اصل راہ دکھائے تو اُس کو مطعون کیا جاتا

ہے جیسا کہ ''اہل رشد'' نے ضیاء پبلی کیشنز والوں کے ساتھ کیا ہے آج اگر حکومت نے یہ راہ اختیار کر لی اور ''اہل رشد'' نے ان کو اس راہ پر لگا دیا تو آنے والے کل ایک مطبع کے ان پانچ نسخوں کی یکسانیت کے متعلق ایک تحریک اُٹھ کھڑی ہوگی اور اس طرح ہوتے ہوتے پوری دنیا کے مسلمان جو پہلے ہی آپس میں الجھے ہوئے ہیں مزید الجھ جائیں گے جس سے اسلام کا نہیں لیکن مسلمانوں کا مزید نقصان ہوگا اور یہی بات ہم بار بار دہراتے آرہے ہیں کہ ان باتوں سے اسلام کا نہیں مسلمانوں کا نقصان ہو رہا ہے کہ وہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اس طرح گروہی تقسیم کا شرک ان میں روز بروز بڑھتا جا رہا ہے جس کا سبب خود توحید کے دعویدار نظر آرہے ہیں۔

ناچیز بندہ کی ایک کوشش بسلسلہ قرآنِ کریم

1985 '1986 کی بات ہے کہ ناچیز بندہ نے قرآنِ کریم کے متن کے تحت قرآنِ کریم کی تلاوت کا آسان طریقہ ''تجوید الحروف'' کے طور پر مفرد اور دو حروف میں ضبط کیا تا کہ وہ لوگ جو کسی قاری سے قرآنِ کریم کو نہیں پڑھ سکے لیکن اردو خواں ہیں وہ قرآنِ کریم کی تلاوت قرآنی لب ولہجہ میں کر سکیں تا کہ قرآنِ کریم کو سمجھنے کا بھی ان کو شوق پیدا ہو اور قرآنِ کریم کی تلاوت بھی وہ صحیح اور درست طریقہ سے کر سکیں۔ یہ کام بندہ نے محترم مولوی نور احمد صاحب جو مفتی محمد شفیع صاحب مفتی پاکستان کے داماد تھے ان کے مشورہ سے شروع کیا اور ان کا خاص تعلق صوفی نصیر الدین چلاسی صاحب سے تھا جو چلاس سے ایبٹ آباد منتقل ہو چکے تھے لہٰذا اُن سے بھی مشورہ لیا گیا۔ کام ابھی ساتویں آٹھویں پارہ تک پہنچا تھا کہ مولوی نور احمد صاحب کی اچانک وفات ہوگئی۔ ان کی وفات کے بعد بندہ نے ان کے بیٹوں فہیم وغیرہ سے عرض کیا کیونکہ اس کی طباعت ان کے ادارہ کے ذمہ تھی تو انہوں نے کہا کہ یہ معاملہ ابو یعنی مولوی نور احمد صاحب نے کیا تھا ہم جب تک مفتی صاحب سے اُس کے متعلق معلوم نہ کر لیں اس کی طباعت سے معذرت خواہ ہیں۔

مفتی رشید احمد' کراچی' ناظم آباد کا فتویٰ

ازیں بعد اُنہوں نے از خود مفتی رشید احمد صاحب ناظم آباد کراچی سے بطور فتویٰ استفسار کیا تو مفتی صاحب موصوف نے کہا کہ قرآنِ کریم کے متن کے تحت اسی طرح ایک نئی صورت سے اردو الفاظ میں تحریر کرنا کفر ہے اس آدمی کو جس نے یہ تحریر کیا ہے توبہ کرنا چاہیے اور قرآنِ کریم اگر طبع ہو چکا ہے تو سمندر برد کر دینا ضروری ہے اگر طبع نہیں ہوا تو اس کی کتابت کو دفن کر دیا جائے نہیں تو بہتر ہے کہ جلا دیا جائے۔

فتویٰ کے بعد جو کچھ ہوا

بہرحال مفتی صاحب کا فتویٰ اپنی جگہ بندہ نے اس کی طباعت کا خود بندوبست کیا اور یہ قرآنِ کریم 1990ء میں طبع ہو کر مارکیٹ میں آ گیا بعدازیں پاکستان کے اندر بہت سے مطابع نے بندہ سے اجازت لے کر طبع کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ یہ قرآنِ کریم انڈیا' انگلینڈ' امریکہ اور ڈنمارک جیسے دوسرے ممالک میں طبع ہونے لگا اور آخر کار جناب سید شبیر احمد صاحب قرآن آسان تحریک لاہور والوں نے بھی ناچیز کا نام دیئے بغیر (اگرچہ یہ دیانت کے خلاف ہے) مختلف رنگوں میں طبع کر لیا جس کے نسخے دوبئی اور شارجہ میں بھی میں نے دیکھے اس واقعہ کے ذکر سے میری مراد صرف یہ ہے کہ مفتیانِ شرح متین جس طرف چاہیں اپنے فتویٰ کا رُخ موڑ دیں تائید و تاکید کے لیے ان کو لوگ مل جاتے ہیں اور ان لوگوں سے جس طرح وہ چاہیں کام لے لیتے ہیں بلاشبہ اس معاملہ میں وہ اہل فن ہیں یہی فن ''اہل رشد'' نے بھی اختیار کیا ہے مفتیانِ پاکستان میں ان کا نام نامی پہلے موجود ہے اب دیکھتے ہیں کہ ان کا فن اور فتویٰ حکومت پاکستان کو کس راہ پر لے جاتا ہے اور ضیاء پبلی کیشنز والوں کے پاس بھی کوئی ایسا فن کار مفتی موجود ہے یا نہیں' وقت ہی بتائے گا۔

''رسم'' اور ''ضبط'' پر لکھی گئی کتب اور ان کے مصنفین

ذرا غور فرمائیں کہ ''رسم'' اور ''ضبط'' پر جو کتب تحریر کی گئیں وہ کس زمانہ میں لکھی گئیں' اس زمانہ سے قبل قرآنِ کریم کی تلاوت ہوتی رہی یا نہیں؟ اگر ہوتی رہی تو اُس کا طریقہ کیا تھا؟ کیا وہ غلط تھا یا صحیح؟ کیا قرآنِ کریم کی تلاوت کا طریقہ ان لوگوں نے وضع کیا؟ اگر اُنہوں نے وضع کیا تو آخر کس کے حکم سے؟ کیا اُنہوں نے یہ طریقہ براہِ راست نبی اعظم وآخرﷺ سے سیکھا تھا؟ اگر نہیں تو صرف اور صرف ان ہی کا طریقہ اختیار کرنے کا کوئی جواز؟ درج ذیل کتب اور ان کے لکھنے والے جیسے:

1۔	المقنع فی معرفۃ رسم مصاحف الامصار	امام ابی عمرو عثمان بن سعید الرائی رحمہ اللہ
2۔	مختصر التبیین لہجا التنزیل	امام ابی داؤد سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ
3۔	عقیلۃ اتراب القصائد فی بیان رسم المصاحف	قاسم بن فیروز الشاطبی رحمہ اللہ
4۔	دلیل الحیران شرح مورد الظمآن فی رسم وضبط القرآن	المارغنی' التونسوی رحمہ اللہ
5۔	جامع البیان فی معرفۃ رسم القرآن	علی اسماعیل السید ہندادی رحمہ اللہ
6۔	سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین	علی محمد الضباع رحمہ اللہ

7۔ نثر المرجان فی رسم نظم القرآن محمد غوث النائطی الارکاتی رحمہ اللہ

ان تمام بزرگوں اوران کے علاوہ بہت سے دوسرے بزرگوں کا جن کا ذکر اس جگہ نہیں کیا گیا ہم بے حد احترام کرتے ہیں اُنہوں نے رسم وضبط میں جو محنت وکوشش کی ہے ہم ان کے شکرگزار ہیں لیکن ان بزرگوں کو یہ حق نہیں دے سکتے کہ ان سے پہلے صحابہ کرام' تابعین اور تبع تابعین بہت نیچے تک کے تمام بزرگوں کو جو ان معروف بزرگوں سے پہلے گزر چکے تھے وہ سب قرآنِ کریم کو غلط لکھتے' غلط پڑھتے اور غلط طباعت کرتے تھے اور یہ کہ قرآنِ کریم کے ''رسم'' اور ''ضبط'' کا صرف اور صرف ان پر انحصار ہے نیز جو انہوں نے فرمایا وہ حرفِ آخر ہے' ہرگز نہیں۔

''اہل رشد'' کا یہ مضمون اور اشارات

ہم زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتے ''اہل رشد'' کی طرف یہی تحریر جو چند صفحات پر مشتمل ہے اگر پیش نظر رکھی جائے تو اس میں بیسیوں ایسی وضاحتیں موجود ہیں جو ان تمام بزرگوں سے بھی بعد ضبط تحریر میں لائی گئیں اور ''اہل رشد'' کو اس کا اقرار بھی ہے ''رشد'' کے اس مضمون کے آخر میں یعنی ص 864 پر ''پاکستانی مصاحف میں سورہ الواقعہ کے پہلے رکوع'' میں جو کچھ اُنہوں نے بیان فرمایا ہے کیا وہ بتائیں گے کہ یہ مضمون کس کتاب سے لیا گیا یعنی جن کتابوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان میں سے یا کسی اور کتاب سے اُنہوں نے نقل فرمایا ہے۔ کیا وہ نشاندہی فرمائیں گے کہ اُنہوں نے قرآنِ کریم کے جس نسخہ میں یہ تحریر کیا گیا ہے وہ پاکستان میں طبع ہوا ہے یا کسی دوسرے اسلامی ملک میں اگر یہ پاکستانی نسخہ ہی میں اُنہوں نے دیکھا ہے تو ان کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی ہے تو اس کا ذکر اُنہوں نے کیوں نہیں فرمایا؟

کیا ''اہل رشد'' اس بات کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں کہ ''مکتبہ دارالسلام'' نے جو قرآنِ کریم طبع کیا ہے جس کا رشد کی اس تیسری جلد میں خصوصاً ذکر کیا گیا وہ مکمل طور پر ''مجمع الملک فہد'' کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے یا اس میں بھی فرق موجود ہے اور پھر یہ کہ جو فرق موجود ہے اس میں صحیح کیا ہے ''مجمع ملک فہد'' کا طبع شدہ یا ''مکتبہ دارالسلام'' کا' اگر ''اہل رشد'' اس ذمہ داری کو قبول کرلیں کہ اگر دونوں میں فرق ثابت ہو گیا تو ''مکتبہ دارالسلام'' میں جتنا قرآنِ کریم موجود ہے وہ سب ان سے خرید کر مفت تقسیم کر دیں گے تو فرق بتانا ان شاءاللہ میرے ذمہ رہا اگر فرق ثابت نہ ہوا تو ''مکتبہ دارالسلام'' کے پاس جتنا قرآنِ کریم موجود ہوگا وہ بندہ خرید کر مفت تقسیم کرا دے گا۔

صرف یہی نہیں بلکہ ''مجمع ملک فہد'' سے طبع شدہ وہ قرآنِ کریم مترجم جو دراصل تفسیر ہے لیکن مصلحتاً اس پر جلی قلم میں تفسیر کا نام نہیں دیا گیا صرف ''قرآنِ کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر'' تحریر کر دیا گیا ہے جس میں ''قرآنِ کریم'' کا لفظ تو بہت

جلی ہے جیسا کہ ''قرآنِ کریم'' کا لفظ تحریر کرنے کا رواج ہے اور ''مع اردو ترجمہ وتفسیر'' کے الفاظ خفی لکھے گئے ہیں جس سے یہ تاثر قائم کرنا چاہا ہے کہ اس تفسیر کو جب مفت تقسیم کیا جاتا ہے تو کوئی تفسیر سمجھ کر شاید حاصل کرنے میں سستی اختیار کرے کہ تفسیر کا نام سن کر اکثر لوگ صرف نظر کر جاتے ہیں کہ نہ معلوم کس مکتبہ فکر کی ہوگی اور پھر اس طرح یہ بھی کہ کہیں ہمارے مکتبہ فکر کے خلاف نہ ہو۔

کیا اس ترجمہ یا تفسیر میں وہ التزام کیا گیا جس کا مخصوص اس مضمون میں ذکر کیا گیا جس کے باعث ''مکتبہ دارالسلام'' کو مستثنیٰ کرتے ہوئے ساری ذمہ داری ضیاء القرآن پبلی کیشنز پر ڈال دی گئی ہے اور اسی طرح ''مکتبہ دارلسلام'' کی وہ تفسیر جو ''احسن البیان'' کے نام سے نہایت ہی بہتر اور صاف ستھرے کاغذ پر طبع کرائی گئی ہے کیا اس تفسیر میں جو قرآنِ کریم کا متن دیا گیا ہے وہ یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے جس کا ذکر اس مضمون میں ''اہل رشد'' نے کیا ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آخر ان تمام چیزوں کا خیال نہ کرتے ہوئے سارا نزلہ کہوں یا زکام ضیاء القرآن پبلی کیشنز پر کیوں ڈال دیا گیا ہے کیا حقیقت کو چھپانا بھی قرآنِ کریم کی کسی آیت یا کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ اگر ہے تو مہربانی فرما کر اس کی نشاندہی فرما دیں تاکہ اس سے ہم بھی استفادہ کر سکیں ہاں! خیال رہے کہ کوئی حیلہ بہانہ تلاش نہ کریں کیونکہ کتاب الجلیل قرآنِ کریم میں ناچیز بندہ ہرگز نہیں مانتا اور جو ایسا مانتے ہیں ان کی اس معاملہ میں تفہیم صحیح تسلیم نہیں کرتا۔ جب ''احسن البیان'' اور ''قرآنِ کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر'' دونوں کا متن قرآنی ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے پاروں کی طرف ایک جیسا ہے تو پھر ''مکتبہ دارالسلام'' کو اس سے مستثنیٰ کیوں کیا گیا ہے؟

آخر میں ایک بار معذرت کے ساتھ مزید گذارش ہے کہ قرآنِ کریم پہلے تو تمام دنیا کے انسانوں کے لیے ہدایت کی کتاب ہے اور تمام انسانوں کو حق ہے کہ وہ اس سے ہدایت حاصل کریں اور اس کی صحت کا خیال رکھیں پھر دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے یکساں برابر کا حق ہے جو تمام اقوام عالم میں موجود ہیں اور وہ بحمد اللہ سب کے سب اس کی ہر طرح سے حفاظت کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اس کو کسی ایک مکتب فکر کی کتاب ثابت کرنا اور کہنا کہ صرف فلاں مکتب فکر ہی اس کی صحت کا خیال رکھتا ہے باقی سب اس کے متعلق غفلت میں مبتلا ہیں اللہ کے لیے اس نظریہ سے باز رہیں خود مختلف قراءات میں بلکہ قراءات کے نام پر مختلف الفاظ میں قرآنِ کریم کی کتابت اور اس کی طباعت پر مصر ہیں اور پھر اس اصرار کے ساتھ ساتھ دوسروں کو تضحیک کا نشانہ بناتے ہوئے ان کو مجرم بھی قرار دے رہے ہیں کیا اس کو نہیں کہتے کہ ''چور بھی اور چتر بھی''۔

میں نے ایک عرصہ ہوا رشد کی تیسری جلد کے لیے فون کیا اور پھر بار بار کرتا رہا ہر بار یہی جواب آتا رہا کہ ابھی طباعت کے مراحل میں ہے اللہ اللہ کر کے یہ مراحل طے ہوئے اور اس طرح 500 روپے کی وی پی مجھے چار جون 2010 کو وصول ہوئی اُس وقت بندہ گھر میں موجود نہیں تھا جونہی میں گھر آیا' اس کو کھولا اور اندر سے دیکھنا چاہا تو اس کے اندر کا جو مضمون میرے سامنے آیا وہ اتفاق سے یہی مضمون تھا جو رشد کے صفحہ 857 سے شروع ہوتا ہے ایک ہی نشست میں میں نے اس کو پڑھا اور رکھ دیا پھر 6، 7، 8 جون تک مسلسل ہر روز اس کو پڑھتا رہا محض اس لیے کہ اس طرح کی تحریر کا کیا جواز ہے؟

جب میں نے اس میں تعصب کے سوا کچھ نہ پایا تو میں نے عزم کیا کہ اس پر کچھ تحریر کرنے کے بعد ہی کسی دوسرے مضمون کو پڑھوں گا۔ یہ تحریر ناچیز بندہ نے 9 جون 2010 کو شروع کی اور 10 جون تک تحریر کر کے کمپوزر کے ہاتھ میں دے دی بحمداللہ کمپوزر نے ایک دن میں کمپوز کر دی۔ جزاک الله احسن الجزاء.

برائے رابطہ: 0301-6296850 ' 0346-6286669 ' 0546-593213

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزمِ طلوع اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہو چکی ہے۔ یہ جلدیں 20x30/8 کے بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ	نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	160/-	سورہ روم' لقمان' السجدہ	(30,31,32)	444	325/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	110/-	سورہ احزاب' سبا' فاطر	(33,34,35)	570	325/-
سورہ النحل	(16)	334	250/-	سورہ یٰسین	(36)	164	125/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	275/-	29واں پارہ (مکمل)	----	544	325/-
سورۃ الکہف وسورہ مریم	(18-19)	532	325/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	325/-
سورہ طٰہٰ	(20)	416	275/-				
سورۃ الانبیآء	(21)	336	225/-				
سورۃ الحج	(22)	380	275/-				
سورۃ المؤمنون	(23)	408	300/-				
سورۃ النور	(24)	264	200/-				
سورۃ الفرقان	(25)	389	275/-				
سورۃ الشعرآء	(26)	454	325/-				
سورۃ النمل	(27)	280	225/-				
سورہ القصص	(28)	334	250/-				
سورہ عنکبوت	(29)	388	275/-				

ملنے کا پتہ: ادارہ طلوع اسلام (رجسٹرڈ)' 25/B' گلبرگ 2' لاہور' فون نمبر: 4546 3571-42-92+

بزم ہائے طلوع اسلام اور تاجر حضرات کو ان ہدیوں پر تاجرانہ رعایت دی جائے گی۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی

موجودہ دور میں تبلیغ اسلام کا طریقہ

اسلام ساری دنیا کے لئے واحد ضابطۂ حیات ہے۔صدر اول میں یہ حضورﷺ اور آپﷺ کے ساتھیوں کی کوششوں اور قربانیوں کی وجہ سے بطور ایک نظام حیات کے قائم ہوا اور غلبہ حاصل کرتا رہا۔اس نظام کا عملی اور منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اس کے اتباع سے دنیاوی مقاصد ازخود حاصل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ان دنیاوی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اس کے اتباع کے علاوہ اور کسی بھاگ دوڑ اور کوشش کی ضرورت باقی ہی نہیں رہتی۔ یہ امور دین کا خاصہ ہوتے ہیں۔ مذہب کا ان سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا ہمارے برصغیر ہندوپاک میں بھی اسلام آیا لیکن یہ اسلام چونکہ ایران کے راستہ سے صوفیاء کی معرفت آیا تھا' اس لئے برصغیر میں یہ داخل ہی مذہب کی حیثیت سے ہوا۔اس لئے ہم مسلمان دینی مسلمان کبھی بھی نہیں ہو سکے۔اسی وجہ سے انسانیت کی بھی کوئی خدمت نہیں کر سکے۔ہاں اگر اس برصغیر میں اسلام بطور دین کے داخل ہوتا اور یہاں کے شروع کے مسلمان بادشاہ' غیاث الدین بلبن' محمد تغلق وغیرہ اسلام کا نظام جاری کرتے تو یہاں اسلام سُرعت کے ساتھ پھیلتا۔ اور یہاں کی ساری آبادی' پشاور سے راس کماری تک مسلمان ہو جاتی۔ دین کی تو شان ہی یہ ہوتی ہے کہ: **يَدْخُلُونَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجاً (110:2)**- لوگ دین میں فوج درفوج داخل ہوتے ہیں۔جس قدر درخشندہ نتائج اس نظام کے زیادہ ہوتے چلے جاتے۔اسی قدر یہاں کے عوام اس نظام کی طرف کشاں کشاں کھچے چلے آتے لیکن افسوس نہ تو یہاں کے بادشاہوں نے یہ نظام قائم کیا اور نہ ہی یہاں کے بڑے بڑے صوفیاء کرام نے ان بادشاہوں کو اس طرف راغب کیا۔ ہمارے یہ بادشاہ چونکہ خود توہم پرست تھے' اس لئے وہ خود بھی ان اولیاء وصوفیاء کے زیراثر ہوتے تھے۔ وہ جنگی مہمات پر جانے سے پیشتر' ان سے مشورہ کرتے تھے اور ان کی **Blessings** لے کر مہمات پر روانہ ہوتے تھے۔ یہ صوفیاء کرام ان بادشاہوں کو مظالم سے روکتے تھے اور عدل وانصاف کی تلقین بھی کرتے رہتے تھے۔لیکن دقت تو یہ تھی کہ خود ان صوفیائے کرام کے سامنے ''مذہب'' کا تصور تھا۔ وہ بادشاہوں کو کس طرح دین کے قیام کی ترغیب دے سکتے تھے۔

اس برصغیر میں تو جو کچھ ہوا' اس کے لئے صرف کفِ افسوس ہی مل سکتے ہیں۔اب اس کا کسی طرح بھی مداوا

نہیں ہوسکتا۔ اس دور میں امریکہ کی بڑی اہمیت ہے۔ چند سال پیشتر صدر مشرف کے دورہ امریکہ کے بعد ایک اعلامیہ صدر مشرف اور صدر بش کے دستخطوں کے ساتھ جاری ہوا تھا۔ جس میں دونوں صدور نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ آج کل امریکہ میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ آپ کو google سے بھی یہ اطلاع مل سکتی ہے کہ آج کل امریکہ میں اوسطاً روزانہ پانچ سو آدمی مسلمان ہو رہے ہیں۔ یہ خبر یقیناً خوش آئند ہے لیکن حیرت اور تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ ان خوش نصیب اور نیک بخت حضرات کو مسلمانوں کی کون سی ادا بھاتی ہے جس کی وجہ سے وہ ان کی تبلیغ کے زیرِ اثر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ ہم موجودہ مسلمانوں کے زیادہ تر عقائد' خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے Irrational ہیں' ایصالِ ثواب' استمداد عن الموتیٰ' حجِ بدل' نزولِ مسیح' دجال کی آمد' روح کے متعلق تمام نظریات' معجزات ان میں سے کون کون سا عقیدہ ایسا ہے جو غیر مسلموں کو اپیل کرتا ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کی اپنی موجودہ حالت ہے' اس کے لئے ''صورت بین حالت مپرس'' والا محاورہ صادق آتا ہے۔

ہمارے اپنے معاشرے میں بھی بہت سے ایسے حضرات ہیں جو بالکل سیکولر مزاج رکھتے ہیں اور مذہب سے برگشتہ ہیں۔ یہی علماء کرام اور تبلیغی جماعت کے عمائدین ان کو اسلام کی طرف راغب کرتے ہیں' لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ان تمام عقائد میں سے ایک عقیدہ بھی ان کو متاثر نہیں کرتا۔ اصل بات یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ میں جو حضرات مسلمان ہو رہے ہیں وہ اپنے معاشروں سے تنگ ہو کر' اس درجہ عاجز ہو گئے ہیں کہ وہ ان عقائد کو ہی غنیمت سمجھتے ہیں۔ کافی عرصہ پیشتر لندن میں ایک انگریز خاتون سے میں نے دورانِ گفتگو اپنے ایک دوست کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ وہ دوست چھ فٹ سے زیادہ بلند قامت ہے۔ اس پر ان خاتون (Mrs. Keith) نے مجھے کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا اور کوئی شخص 6 فٹ سے زیادہ قامت کا نہیں ہوسکتا۔ مجھے ان خاتون کی اس بات پر حیرت ہوئی اور میں نے اس کی وجہ دریافت کی' انہوں نے کہا کہ چونکہ حضرت عیسیٰؑ 6 فٹ کے تھے۔ اس لئے اب کوئی شخص ان سے زیادہ بلند قامت نہیں ہوسکتا۔ مجھے ان خاتون کی بات پر حیرانی بھی ہوئی اور ہنسی بھی آئی۔ دو تین سال بعد مجھے ان کی ایک خاتون دوست نے بتایا کہ Mrs. Keith مسلمان ہوگئی ہیں۔ اس واقعہ کو نقل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عموماً ایسے مبلغ علم کے لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ ایک مشہور کتاب "Why I became a Muslim" کافی عرصہ پیشتر طبع ہوئی تھی۔ وہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔ اس کتاب میں ان ایک سو حضرات کا ذکر ہے جو اپنا مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو گئے ہیں۔ ان ایک سو حضرات میں بعض حضرات تعلیم یافتہ اور بلند پایہ بھی ہیں۔ آپ اگر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ کسی ایک شخص نے بھی اپنے مسلمان

ہونے کی کوئی دلیل نہیں دی ہے۔ کسی نے بھی قرآن کریم کے وحیِ الٰہی ہونے کی کوئی دلیل نہیں دی۔ ان حضرات میں سے ہر شخص صرف اس لئے مسلمان ہوا ہے کہ وہ فوجی ہونے کی وجہ سے یا Foreign Service میں ہونے کی وجہ سے مسلم ممالک میں آ گئے تھے اور ان ممالک کی معاشرت اور لوگوں کے حسنِ سلوک کی وجہ سے وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

مسلمانوں یا غیر مسلموں میں پہلے مناظرہ یا تبلیغ کا یہ طریقہ تھا کہ ہر مذہب والے اپنے عقائد یا رسوم عبادت کی برتری و فوقیت ثابت کرتے تھے اور اپنے عقائد کو بہتر ثابت کر کے' اپنے مذہب کو سچا ثابت کرتے تھے۔ یہ مذہب کا طریقہ تھا۔ اب بھی امریکہ اور دیگر ممالک میں ہمارے مسلمان بھائی اور مولوی صاحبان اسی طرح تبلیغ کرتے ہیں لیکن یہ طریقہ مذہب کا ہے۔ دین پیش کرنے کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ آپ براہ راست دین پیش کریں اور اس سلسلہ میں یہ واضح کریں کہ آج تمام دنیا کے معاشروں میں جو اضطراب اور بے چینی ہے وہ معاشرہ کا غلط اقدار پر قائم ہونے کی وجہ سے ہے اور دنیا کے تمام مصائب ان غلط اقدار پر معاشروں کی تعمیر کی وجہ سے ہیں۔ اسلام دنیا کے تمام مصائب و مشکلات کا حل پیش کرتا ہے اور ان اقدار پر معاشرے کو تعمیر کرتا ہے جن سے انسانیت کو سکون و اطمینان حاصل ہو سکتا ہے اور ہر شخص پرامن زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اسلام جو معاشرہ تعمیر کرتا ہے' اس کے نتائج اس دنیا میں ہی سامنے آ جاتے ہیں۔ اگر وہ نتائج برآمد نہ ہوں تو اسلام جھوٹا مذہب ہے اور اگر وہ نتائج اس دنیا میں ہماری آنکھوں کے سامنے آ جائیں تو اسلام بلاشبہ ایک سچا اور مبنی بر صداقت ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام کو مذہب کی حیثیت سے اس لئے اختیار نہ کیا جائے کہ اس سے آخرت درست ہوتی ہے' بلکہ اسلام اس وقت کی ضرورت ہے' اس کے قیام سے اس دنیا میں امن و اطمینان حاصل ہو گا' اس کے بعد آپ قرآن کریم کی ان اقدار کی وضاحت فرمائیں جن کی تلاش کے لئے انسانیت سرگرداں اور بے چین ہے اور جن اقدار کو اپنانے سے دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن جائے گی۔

(1) اسلامی نظام میں سب سے پہلے انسانیت کی تکریم کو غیر معمولی اہمیت دی جاتی ہے۔ ارشاد حضرت باری تعالیٰ ہے: **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً** (17:70)۔ ہم نے انسانیت کو عزت بخشی اور اس انسان کو قوانین طبعی کا وہ علم دیا جس کی بنا پر خشکی اور تری میں جتنی بھی فطرت کی قوتیں ہیں وہ سب اس کی تابع تسخیر ہو گئیں اور اسے نہایت خوشگوار سامان حیات دیا گیا۔ اس میں مومن اور کافر کی کوئی تمیز نہیں اس میں ملک اور کسی زبان کی تمیز نہیں۔ مطلق انسان واجب التکریم ہے۔ کسی ملک یا نسل کا ہونا صرف اضافی چیزیں ہیں۔ نہ کوئی بچہ گناہ کا بوجھ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ انسان کے واجب التکریم ہونے کے حق میں کسی قسم کی بھی کوئی تفریق و تمیز نہیں ہے۔ انسان

جو جرم کرتا ہے تو اس صورت میں بھی وہ قابل نفرت نہیں بن جاتا' بلکہ اس کا جرم قابل نفرت ہوتا ہے۔ انسان قابل نفرت نہیں ہوتا۔ جرم کے ارتکاب کے بعد بھی وہ بنی آدم ہی ہوتا ہے۔ جب اسے سزا مل گئی یا اس نے اس جرم سے اجتناب کرلیا وہ پھر اسی طرح کا ہو گیا جیسا کہ وہ سابق میں تھا۔ اس اصول کی روح یہ ہے کہ وہ ممالک جو زیادہ طاقتور ہیں اور مرفہ الحال ہیں۔ انہیں غیر ترقی یافتہ ممالک کے لوگوں کے ساتھ زیادہ حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے۔ سعدی نے کہا ہے:

آدمیت احترام آدمی۔ باخبر شو از مقام آدمی

اسلامی مملکت میں اگر ایک آدمی کی بھی عزت مجروح ہو گی یا اسے رزق مہیا نہیں ہو گا تو وہ اسلامی حکومت کہلانے کی مستحق نہیں رہتی۔

(2) اسلامی نظام سے متعلق دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس نظام کے نزدیک ساری دنیا کے انسان ایک امتِ واحدہ ہیں۔ تمام انسانیت کا مفاد اور نقصان مشترک ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: **كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً (2:213)**- ساری انسانیت ایک امتِ واحدہ ہے۔ زمین پر خود ہی اپنے ہاتھوں سے لکیریں کھینچ کر' اپنے آپ کو مختلف حصوں اور گروہوں میں بانٹ کر آپس میں لڑنا' یا اپنے اپنے مفادات میں تصادم پیدا کرنا' خود اپنے لئے مصائب پیدا کرنا ہے۔ یورپ کی گذشتہ دو جنگیں' جنہوں نے ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا' اس کا سبب اس کے علاوہ اور کیا تھا کہ انسانیت کو پارہ پارہ کر کے' ایک دوسرے کو قتل و غارت کرنا شروع کر دیا۔ ان دونوں جنگوں کے دوران برصغیر ہندو پاک انگریزوں کے زیر تسلط تھا۔ برٹش گورنمنٹ یہاں کے غریب و نادار عوام کو فوج میں بھرتی کرتی تھی وہ فوجی سپاہی جنگ کے دوران فرنٹ پر کام کرتے تھے۔ وہ مخالف فوج کے ان سپاہیوں کو قتل کرتے تھے' جنہیں انہوں نے کبھی دیکھا بھی نہیں تھا' ان کا اس سے پیشتر کبھی آمنا سامنا بھی نہیں ہوا تھا۔ مخالف فوج کے سپاہی کو قتل کرنے کا سنگین جرم وہ صرف اس لئے کرتے تھے کہ وہ افلاس و ناداری کی وجہ سے فوج میں بھرتی ہو گئے تھے۔ اور ان کے افلاس نے انہیں فوج میں بھرتی ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ ساری غارت گری انسانیت کو مختلف اقوام میں تقسیم کرنے کی وجہ سے ہوئی۔ دوسری جنگ عظیم میں ایک کروڑ سے زیادہ آدمیوں کا قتل ہوا تھا۔ اسلامی نظام کے سامنے ساری انسانیت ایک امت واحدہ ہے۔ ہر ملک کو دوسرے ملک کی مدد کرنی چاہئے۔ خواہ وہ ملک مسلم افراد پر مشتمل ہو یا غیر مسلم افراد پر۔ مختلف ممالک کے درمیان انسانیت ہی وجۂ اشتراک ہو گی۔ امریکہ کے سامنے اگر اسلامی نظام کا یہ نکتہ پیش نظر ہوتا تو وہ کبھی ویت نام' عراق' کوریا وغیرہ میں بربادی و تباہی کا ارتکاب نہ کرتا۔

(3) اسلامی نظام کی تیسری خصوصیت اس کا عدل قائم کرنا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ لِلّهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ**

اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (5:8)-اے ایمان والو عدل قائم کرو اللہ کے لئے اس کی شہادت دیتے ہوئے اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کر سکو (دوسری قوموں) سے عدل کرو انصاف کرو۔ یہی تقویٰ کے قریب ہے' آپ غور فرما رہے ہیں کہ دوسروں قوموں کے ساتھ عدل و انصاف کرنا ہی سب سے بڑی عبادت وتقویٰ ہے۔تقویٰ پرہیزگاری ہی نہیں ہے' تقویٰ دوسری قوموں سے عدل کرنا ہے۔ اسلامی حکومت کا فریضہ یہ ہے کہ تمام شہریوں کے درمیان عدل وانصاف ہو کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔انصاف کرنے میں گورے' کالے اور نسل پرستی' وطن پرستی' مذہب کا اختلاف' رتبہ اور مرتبہ کا تفاوت کوئی چیز رکاوٹ نہ بنے' کیونکہ اسلامی نظام کا عدل پر مبنی ہونا ہی تقویٰ ہے۔ یہی عدل و انصاف اور تقویٰ تمام دینِ وشریعت کی روح ہے۔ اس سے موافقت رکھنے والا طرزِ عمل یہی ہے کہ دشمن کی دشمنی کے باوجود اس کے ساتھ کوئی معاملہ عدل وحق سے ہٹ کر نہ کیا جائے۔ اگر اس اصول کو بین الاقوامی قانون کی اساس و بنیاد قرار دے دیا جائے تو کسی بھی چھوٹی سے چھوٹی قوم کے ساتھ بھی کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی۔ اسلامی حکومت کی اساس ہی توحید کے عقیدے پر ہوتی ہے۔ وحدتِ خالق کے ایمان کا فطری اور عملی نتیجہ وحدتِ خلق ہے۔اس لئے اس نظام کی بنیاد عقل پر ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس میں ہر شہری کو عدل مہیا ہوتا ہے اور اپنی مملکت کے علاوہ دوسری مملکتوں سے بھی عدل اور انصاف کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔

اس دور میں اسلام کی تبلیغ کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ موجودہ دور کے نظامہائے حیات کے نقائص واضح کئے جائیں اور ثابت کیا جائے کہ آج تک جتنے بھی نظام ہائے حیات انسان نے وضع کئے کسی ایک نظام سے بھی انسانیت کو سکون حاصل نہیں ہو سکا۔انسانیت کی آخری پناہ گاہ صرف قرآن کریم کے پیش کردہ نظام میں مل سکتی ہے۔

اصل کرنے کا کام یہ ہے کہ موجودہ دور کی ان مشکلات کی نشاندہی کی جائے جن سے آج انسانیت دوچار ہے اور عقل انسانی ان کا حل پیش کرنے سے قاصر ہے۔اس کے بعد ان مشکلات کا حل قرآن کریم سے پیش کیا جائے اور ان کا جو حل پیش کیا جائے اس کی تائید میں قرآن کریم کی آیات کا حوالہ دیا جائے۔اس صورت میں تبلیغ اسلام کا تقاضا پورا ہوتا ہے۔محض اوراد و وظائف اور فضائل بیان کرنے سے اسلام کی تبلیغ کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔

ہر حکومت کے قانون کی اساس اس کے مصالح Expediencies پر ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں NRO' قرضوں کی معافی کے قوانین' حکومتی مصالح کی بہترین مثالیں ہیں۔ سیکولر حکومتوں میں عدل سے مفہوم قانون مروجہ کے مطابق فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً جب امریکہ میں شراب نوشی قانوناً منع تھی تو شراب خور کو سزا دینا عدل و انصاف تھا' اس دور میں جبکہ امریکہ میں قانون

انسدادِ شراب منسوخ ہوگیا ہے' تو شراب خور کو سزا نہ دینا عدل ہوگیا ہے۔ انگلستان میں جب تک ہم جنس پرستی منع تھی' وہاں ہم جنس پرستی Homosexuality کی سزا ہوتی تھی' اب وہاں ہم جنس پرستی قانوناً جائز ہے اس لئے اس کی کوئی سزا نہیں ہے۔ سیکولر حکومتوں میں عدل و انصاف اضافی ہوتا ہے۔ عدل کی کوئی مطلق Absolute حیثیت نہیں ہوتی ہے۔ ایک فیصلہ ایک دور میں عدل پر مبنی ہو گا' دوسرے دور میں وہی فیصلہ عدل شمار نہیں ہوگا۔ اس کے برخلاف دین کی اساس ضابطہٴ انسانیت پر ہوتی ہے۔ دین میں عدل سے مراد یہ ہے کہ اس مملکت کے ہر فرد کو اس کی مضمر صلاحیتوں کے نشوونما کے وسائل و ذرائع یکساں فراہم ہوں' ہر شخص اپنی مضمر صلاحیتوں کو پوری طرح جلا دے کر' اپنی صلاحیتوں کے مطابق مقام حاصل کرے۔ مضمر صلاحیتوں کو اس طرح جلا دینا ہے تزکیہ نفس ہے۔ تزکیہ نفس زاویوں اور گوشوں میں مذہب میں ہوتا ہے' دین میں تزکیہ نفس اس طرح ہوتا ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔

معاشرہ کو متوازن رکھنے کے لئے قرآن کریم نے انسان کے اختیار کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا ہے بلکہ اس کے اختیارات کی چند حدود و قیود بھی مقرر کر دی ہیں جن کے دائرہ کے اندر انسان اپنے اختیارات استعمال کرنے میں آزاد ہیں۔ قرآنِ کریم نے ان حدود کو حدود اللہ کہا ہے۔ ان حدود کا ایک اعجاز یہ ہے کہ جب کسی مملکت میں اس کے باشندے اپنے اختیارات ان حدود کے اندر اندر استعمال کریں گے تو انسانی اختیارات کے استعمال سے باہمی مفادات میں تصادم پیدا نہیں ہوتا بلکہ حدود اللہ کے دائرہ کے اندر استعمال شدہ اختیارات تمام باشندگان مملکت کی نشوونما کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور یہ نشوونما صرف ان کے جسم تک محدود نہیں ہوتا بلکہ ان کی طبعی صلاحیتوں کو بھی جلا ملتی ہے۔ یہ موضوع بڑے گہرے مطالعہ کا متقاضی ہے' اور اسی قدر یہ موضوع تبلیغ میں مدو معاون بن سکتا ہے۔

اسلام کی تبلیغ کے سلسلہ میں جو کچھ اب تک تحریر کیا گیا ہے' اس کا تعلق انفرادی کوششوں سے ہے' جو امریکہ یا دوسرے غیر مسلم ممالک میں کار آمد ہوسکتی ہیں۔ اسلام کی تبلیغ کا بہترین طریقہ جو خود قرآن کریم نے بتایا ہے وہ یہ ہے کہ اس کو عملاً کسی خطہٴ زمین پر رائج کر دیا جائے (10:39)- اس طرح اس نظام کے درخشندہ نتائج' اس نظام کے بے مثال ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہوں گے اور اس نظام میں لوگ فوج درفوج داخل ہوں گے (110:2)- اور جو کوئی بھی اس نظام میں داخل ہوگیا وہ امن میں آ گیا (3:97)- اس نظام کے ثمرات و برکات کو دیکھ کر دوسرے نظام خود برف کی طرح پگھل جائیں گے۔ اس نظام کی جڑیں پاتال تک محکم و استوار ہیں اور اس کی شاخیں فضائے آسمانی میں جھولتی ہیں اور یہ ہی وہ ایک نظام ہے جس سے ہر زمانہ میں اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں (14:24)-

پاکستان میں
غلام احمد پرویز علیہ الرحمتہ

کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل منظور شدہ مقامات پر ہوتا ہے

نوٹ: نمائندگان محترم سے التماس ہے کہ ایڈریس یا اوقاتِ درس میں تبدیلی کی صورت میں ادارہ کو فی الفور مطلع فرمائیں۔

شہر	مقام	دن	وقت
ایبٹ آباد	234-KL کیہال۔ رابطہ۔ گل بہار صاحبہ	بروز جمعہ	10AM
ایبٹ آباد	234-KL کیہال۔ رابطہ: شیخ صلاح الدین' فون۔ 0992-334699' موبائل 0321-9813250	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
اسلام آباد	برمکان ڈاکٹر انعام الحق' مکان نمبر 302' سٹریٹ نمبر 57' سیکٹر F-11/4 رابطہ: ڈاکٹر انعام الحق' فون نمبر 051-2290900' موبائل: 0333-5489276	بروز اتوار	11AM
اوکاڑہ	برمکان احمد علی' بیت الحمد' 180-AB-4' شادمان کالونی' ایم۔ اے جناح روڈ' رابطہ میاں احمد علی: 0442-527325' موبائل: 0321-7082673	بروز جمعہ	3PM
پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین۔ رابطہ فون نمبر:	بروز جمعہ	3PM
جہلم	جنجوعہ ٹاؤن' پوسٹ آفس فوجی ملز' نزد بیکن ہاؤس سکول۔ رابطہ فون نمبر:	ہر ماہ پہلی اور آخری اتوار	4PM
چوٹی زیریں	بر دوکان لغاری برادرز زرعی سروس' ڈیرہ غازی خان۔ رابطہ: ارشاد احمد لغاری۔ موبائل: 0331-8601520	ہر ماہ پہلا اتوار	12 بجے دن
چنیوٹ	W-11/9' گوجر چوک (گنبد والی کوٹھی) سیٹلائیٹ ٹاؤن۔ رابطہ: آفتاب عروج' فون: 047-6331440-6334433۔	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
حیدر آباد (قاسم آباد)	محترم ایاز حسین انصاری' B-12' حیدر آباد ٹاؤن' فیز نمبر 2' قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر آخری بس سٹاپ۔ رابطہ فون: 022-654906	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
راولپنڈی	فرسٹ فلور' کمرہ نمبر 114' فیضان پلازہ۔ کمیٹی چوک۔ رابطہ ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ' موبائل: 0331-5035964	بروز جمعہ بروز اتوار	4PM 4PM
راولپنڈی	برمکان امجد محمود' مکان نمبر 14/A' گلی نمبر 4' راہِ طلوع اسلام' جنجوعہ ٹاؤن' اڈیالہ روڈ' نزد جراہی سٹاپ' راولپنڈی۔ رابطہ: رہائش: 051-5573299' موبائل: 0322-5081985	بروز اتوار	10AM
خان پور	بمقام مکان حبیب الرحمان' محلہ نظام آباد' وارڈ نمبر 9 خان پور' ضلع رحیم یار خان رابطہ: نمائندہ حبیب الرحمٰن۔ فون نمبر گھر: 068-5575696' دفتر: 068-5577839	بروز جمعہ	3PM

سیالکوٹ	معرفت کمپیوٹرسٹی' سٹی ہاؤس' سٹی سٹریٹ' شہاب پورہ روڈ' رابطہ: محمد حنیف' 03007158446۔ محمد طاہر بٹ' 8611410-0300۔ محمد آصف مغل 8616286-0333۔ سٹی ہاؤس 3256700-052	ہر دوسرے اتوار	5PM
سرگودھا	B-4' گلی نمبر 7' بلاک 21' نزد کی مسجد چاندنی چوک' رابطہ۔ ملک محمد اقبال۔ فون: 711233-048	بروز منگل	7PM
فیصل آباد	رحمان نور سینٹر' فرسٹ فلور' مین ڈگلس پورہ بازار' رابطہ: محمد عقیل حیدر' موبائل: 7645065-0313	بروز جمعہ	4PM
فتح پور' سوات	فتح پور' سوات' رابطہ: خورشید انور' فون: 0946600277' موبائل: 8621733-0303	بروز اتوار	3PM
	محترم ظاہر شاہ خان آف علی گرام' سوات کا ڈیرہ۔ موبائل: 9467559-0346	ہر اتوار	9AM
کراچی	105 سی بریز پلازہ' شاہراہ فیصل۔ رابطہ شفیق خالد' فون نمبر: 2487545-0300	بروز اتوار	10AM
کراچی	A-446 کوہ نور سنٹر' عبداللہ ہارون روڈ' رابطہ محمد اقبال۔ فون: 35892083-021' موبائل: 2275702-0300	بروز اتوار	10AM
کراچی	ڈبل اسٹوری نمبر 16' گلشن مارکیٹ' کورنگی نمبر 5۔ رابطہ: محمد سرور۔ فون نمبرز: 35046409-35031379-021' موبائل: 2272149-0321	بروز اتوار	2PM
کراچی	نالج اینڈ ویزڈم سنٹر' سلمان ٹاورز' آفس نمبر C-15' بالمقابل نادرا آفس' ملیر سٹی۔ رابطہ: آصف جلیل فون نمبر: 35421511-021' موبائل: 2121992-0333' محمود الحسن۔ فون: 35407331-021	بروز اتوار	11AM
کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ۔ رابطہ فون: 825736-081	بروز اتوار	4PM
گوجرانوالہ	شوکت نرسری' گل روڈ' سول لائنز۔ رابطہ: موبائل: 6507011-0345	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
لاہور	B-25' گلبرگ 2' (نزد مین مارکیٹ' مسجد روڈ)۔ رابطہ فون نمبر: 35714546-042	بروز اتوار	10AM
لاڑکانہ	بر مکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ محلہ جاڑل شاہ' رابطہ فون: 4042714-074	بروز جمعہ	بعد نماز مغرب
منڈی۔۔ بہاؤالدین	رابطہ: خان محمد' (وڈیو کیسٹ) بر مکان ماسٹر خان محمد گلی نمبر 1' محلہ صوفی پورہ۔ فون نمبر: 502878-0456	بروز جمعہ	10 AM
نواں کلی' صوابی	رابطہ بابو اسرار اللہ خان' معرفت ہومیو ڈاکٹر ایم۔ فاروق' محلہ خدر خیل۔ فون نمبر:	بروز اتوار	10 AM
صوابی	بمقام چار باغ' (حجرہ ریاض الامین صاحب)' (رابطہ: انچارج یوٹیلیٹی سٹورز' مردان روڈ' صوابی) فون نمبرز: 250092 ,250102 ,310262(0938)	بروز اتوار	3 P.M

غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خریدار حضرات خصوصی توجہ فرمائیں

جن خریدار حضرات کی زرِ شرکت ماہنامہ طلوع اسلام ختم ہو چکی ہے وہ برائے مہربانی جلد از جلد ادارہ کو ارسال فرمائیں۔ شکریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برجستہ

جمیل احمد عدیل

شاید کہ تُم غور کرو

قرآن مجید کی سورۃ یٰسین میں ارشاد ربانی ہے:

''اُف! کس قدر تاسف انگیز ہے' انسانوں کی حالت کہ جو رسول/ نبی بھی زندگی اور حرارت کا پیغامِ خداوندی ان تک پہنچاتا ہے یہ اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔'' (آیت نمبر 30)

بلاشبہ ہمیشہ ہی ہوا ہے کہ بے خبروں کو جب بھی خدا کا' کوئی فرستادہ نتائج کی حتمیّت کا شعور دینے کے لئے آیا' اس کا جی بھر کر تمسخر اڑایا گیا۔ کٹ حجتیوں اور استہزا کے فرسودہ ہتھ کنڈوں کو خوب استعمال کیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ اللہ کے جتنے بھی رسول اور نبی مبعوث ہوئے' پیامِ حق پہنچانے کے بدلے وہ کسی اجرت' کسی معاوضے کے طلبگار ہوئے؟ ناممکن ہے کہ کبھی کسی نے کوئی عوضانہ مانگا ہو۔ انہوں نے تو اپنے اللہ کے حکم کی تعمیل میں اپنا ایک ایک لمحہ مصلوب کرا لیا مگر ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا کبھی گوارا نہیں کیا۔ اور جو کچھ اللہ سے پا کر ان رُسل اور انبیاء کرام نے دیا' اس کا خلاصہ صرف اور صرف قوانین خداوندی کا ادراک ہے کہ اے بھلے لوگو! یہ کائنات ایک عظیم حکیم کے ترتیب دیے گئے نظام کے تحت کام کر رہی ہے۔ اگر تم اپنی زندگیوں کو اس سسٹم سے ہم آہنگ کر لو گے تو تمہارے لئے آسانیاں پیدا ہو جائیں گی اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اسی زندگی میں مہلک نتائج تمہیں اس طرح پکڑ لیں گے کہ تم اس شدید ایذا سے بلبلا اٹھو گے۔ وہ صورتِ حال تمہارے لئے ناقابلِ برداشت ہوگی۔

اب رہے وہ قوانینِ خداوندی تو آؤ انہیں پرکھ کر' تجربے میں لا کر خود ہی دیکھ لو اور ہمارے دعاوی کو سکون کے ساتھ آزما لو' یہ ہو نہیں سکتا کہ نتیجہ دعوے کے برعکس نکلے۔ ایسا ہی ہوتا آیا ہے' سدا ایسا ہی ہو گا۔ یہی ہماری صداقت کو جانچنے کا پیمانہ ہے۔ تم پر کسی نوع کا کوئی جبر نہیں ہے' تمہاری مرضی ہے' سلامتی کو قبول کر لو گے تو سلامتی عطا ہو جائے گی' نہیں تو نہیں!

غور کیجئے! اس سنجیدہ تعلیم میں بھلا کسی ایسے ردعمل کی معمولی سی بھی گنجائش ہے جو استہزاء' ٹھٹھے' تمسخر' ہنسی مخول اور مذاق پر مبنی ہو؟ ہرگز نہیں۔ لیکن عقلِ انسانی کی اسفل سطح کا ماتم کریں کہ انعام ایسے عوام تو اوئے اوئے کے نعرے

لگاتے ہی ہیں' تالیاں پیٹ کر اور سیٹیاں بجا کر اپنی گھٹیا ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہی کرتے ہیں' اچھے خاصے تعلیم یافتہ' عمر رسیدہ' معاشرے کے مکرم افراد' جہاندیدہ اصحاب بھی اس لایعنی عمل کا حصہ بن کر اسی صف میں آن کھڑے ہوتے ہیں جو ہلکی سوچوں کے مالکوں کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت اقدس محمد ﷺ تک کون سا ایسا پیغمبر گزرا ہے جسے حق گوئی کے ''جرم'' کی پاداش میں دیگر تکلیفوں کے ساتھ ساتھ ذہنی اذیت میں سے نہیں گزرنا پڑا؟ نہیں جناب! کوئی ایسی مقدس ہستی نہیں گزری جسے عوامی پھبتیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ پیغمبرانِ حق نے اپنی وضع نہیں بدلی تو ان کے مخاطبین نے بھی اپنی خُو میں تغیر پیدا نہیں کیا۔ سچ پیش کرنے کے عمل کا ردِعمل' ہمیشہ بازاری جگتیں بھی رہا ہے۔

یہ مضحکہ خیز رویہ ایک تاریخ رکھتا ہے۔ سلسلہ انبیا کے آخر میں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے پیارے انسان کو مبعوث فرمایا تو انہیں کج فہموں نے سب سے زیادہ ستایا۔ آپ ﷺ کے دور کے وہ ذہنی مریض جنہوں نے چھچھورے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کو مکہ کی گلیوں میں مذاق کا ہدف بنایا' ان کی یہ لایعنیت وہیں ختم نہیں ہوگئی بلکہ ڈیڑھ ہزار برس بیت جانے کے باوجود ان اجلاف کی معنوی اولاد آج بھی دنیا میں موجود ہے اور ہر حیلے بہانے سے اپنے منفی پن' خبیث باطن اور کینے کا اظہار کرتی رہتی ہے۔ درآں حالیکہ آپ ﷺ کی پاکیزہ شخصیت' آپ ﷺ کی بے حد مفید تعلیمات۔۔۔۔ انصاف پسندوں کے ہاں سب کچھ مسلم اراثبوت کے درجے پر فائز ہو چکا ہے۔ مسلمان گھرانوں میں جنم لینے والے فدائیوں کی محبتیں تو اپنی جگہ' غیر مسلموں کے آنگنوں میں آنکھیں کھولنے والوں کی معروضی تحقیق کے نتیجے میں جب آنکھیں کھلی ہیں تو انہوں نے ضخیم کتب تصنیف کرکے دنیا کے سامنے یہ اعتراف کیا ہے کہ آپ ﷺ صادق تھے' آپ ﷺ صادق ہیں۔ آپ ﷺ کے اجلے کردار پر حرف گیری کے لئے انہیں ایک نقطہ بھی فراہم نہیں ہو سکا۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی آخری کتاب یعنی قرآن مجید میں انہیں خلافِ واقعہ ایک شعشہ بھی دکھائی نہیں دیا۔ انفس و آفاق کی تمام سمتوں پر محیط اس سے بہتر ضابطہ انہیں کسی لائبریری سے نہیں مل سکا۔

یہ سب کیسے ہوا؟ صرف اور صرف غیر جانبداری' بے تعصبی اور ذہنی دیانت کے سبب۔ جو بھی معروضی اساس پر آپ ﷺ کی حسین شخصیت' آپ ﷺ کے دلنواز پیغام کا جائزہ لے گا' اس سے ہٹ کر نتیجہ اخذ کر ہی نہیں سکتا۔ جہاں عصبیت باطن میں فساد مچائے ہوئے ہوگی' وہاں زبانیں اور قلم تاریکیوں اور نفرتوں کو ہی اگلنے کا موقع دیں گی۔ ان دنوں آپ ﷺ سے محبت کا تعلق محسوس کرنے والا ہر شخص اپنے سینے میں زخمی دل لئے پھر رہا ہے کہ فیس بک اور مختلف ویب سائٹس نے آپ ﷺ کی دلآویز شخصیت کو کیری کیچرز کے ذریعے پیش کرنے کی نہایت ناپاک جسارت کی ہے۔ چند سال قبل بھی انٹرنیشنل نیوز پیپر فانسوا سواغ میں یہ مذموم

حرکت ہوئی تھی۔ اسی طرح اٹلی‘ جرمنی اور سپین کے اخبارات لاسٹیمپا‘ ڈائی ویلٹ‘ اورایل پیریڈ وغیرہ کے صفحات بھی ایسی ہی اہانت کے مرتکب ہوئے تھے۔ تب پیرس سے شائع ہونے والے اخبار فرانسوا سواغ نے ذمہ داروں نے یہ عجیب وغریب موقف اختیار کیا تھا کہ ان کیری کیچرز کی اشاعت کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ ایک سیکولر معاشرے میں مذہبی کٹر پن کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس بے ہودہ جواز پر سر پیٹ لینے کو جی چاہا تھا کہ کیا اسے ''سیکولرازم'' کہتے ہیں؟ آخر دنیا کا وہ کون سا معاشرہ ہے جس کی اخلاقی قدروں میں دوسروں کی واجب التکریم شخصیت کا اصولی احترام موجود نہیں ہے؟ ہم یہ نہیں کہتے مغرب میں تمام بسنے والے متعصب ہی ہیں۔ ان میں دیانتدار دانشور بھی ہیں‘ جنہوں نے اپنے لیکچرز اور اپنی کتب میں حضورﷺ کو انسانیت کا محسنِ اعظم قرار دیا ہے مگر ایک بڑا طبقہ وہاں ایسا بھی آباد ہے جن میں معقولیت کی کافی کمی ہے۔ جس آزادی کو وہ اپنا محور قرار دیتا ہے‘ اسے کوئی غلام صفت ہی آزادی سے موسوم کرسکتا ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ واقعتاً یہ کبھی نہیں ہوتا کہ پوری دنیا کسی شخصیت اور اس کے نظریات سے سو فی صد متفق ہو جائے۔ اپنی اپنی بصیرت کے مطابق اختلاف کی گنجائش ہوسکتی ہے۔ لیکن سوال اس اختلاف کے اظہار کا ہے۔ اگر ایسی ہی چھوٹ بنام ''پیدائشی آزادی'' ہر فرد کو مل جائے تو پھر خدارا انصاف سے بتایئے کہ کس طرح کے سماج وجود میں آئیں گے؟ کس طرح کے تہذیبی رویے فروغ پائیں گے؟ دنیا کیا فساد سے لبالب بھر نہیں جائے گی؟ سو یہ بنیادی نکتہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اگر آپ دوسرے کی دلآزاری کے مرتکب ہوں گے تو پھر دوسرا کسی نہ کسی طرح تو اپنے ردعمل کا اظہار کرے گا۔ اقوامِ مغرب کے بعض شریروں کی جانب سے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی یہ پہلی مذموم کوشش نہیں ہے۔ ماضی گواہ ہے کہ یہ لوگ اپنے بطون کی خباثت کو ظاہر کرنے کے لئے ایسی متعدد کوششیں کر چکے ہیں۔ پھر انہیں اس سے ملا کیا؟ کیا ان کی ان حرکات سے مسلمان اپنے عقائد اور عقیدتوں سے معاذ اللہ منحرف ہو کر ان کے ہم خیال اور ہم نوا بن گئے ہیں؟ نہیں کوئی گنہگار سے گنہگار مسلمان بھی انہیں ایسی مکروہ حرکات پر شاباش نہیں دے سکتا۔ الٹا اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ کسی ایسے ردعمل پر اتر آئے گا جسے پھر یہ پوری دنیا کے سامنے مشتہر کرتے پھریں گے‘ لو جی! یہ مسلمان تو ہیں ہی بنیاد پرست‘ دہشت گرد! آخر میں ہمیں بس اتنا کہنا ہے کہ یہ آئی ٹی (انفریمیشن ٹیکنالوجی) کی فتح کا زمانہ ہے لیکن انٹرنیٹ ایسے مفید میڈیم کو اس قابل مذمت مقصد کے لئے استعمال کرنا تو نری پری Exploitation ہے۔ اگر ان بے حیاؤں کے دیدوں سے شرم کا پانی بالکل ہی خشک نہیں ہو چکا ہے تو شاید یہ غور کریں کہ یہ کس چاند کو اپنے بغض کا نشانہ بنا رہے ہیں!!!

(بشکریہ روزنامہ دن لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شفقت محمود

بالآخر ہمیں ایک قوم بننا ہی ہو گا!!

محترم شفقت محمود صاحب کا مضمون ہذا روز نامہ جنگ لاہور کی 12 جون 2010ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ تقریباً یہی مضمون 14 جون 2010ء کے روزنامہ آواز لاہور میں 'یہ ہمارے امیج کا معاملہ ہے' (سپیشل رپورٹ) کے عنوان سے بھی شائع ہوا ہے۔ اس مضمون کی انتہائی اہمیت کے پیش نظر اسے من وعن طلوعِ اسلام کے شمارہ جولائی 2010ء کی زینت بنایا جارہا ہے۔ اس مضمون کے آخری پیرا کی خصوصی اہمیت کی وجہ سے اسے یہاں دوبارہ نقل کیا جارہا ہے:

''تعلیم کے محاذ پر ہونے والی جنگ قوم کی بقاء اور خوشحالی کے لئے ازبس ضروری ہے۔ ہمیں حقیقی معنوں میں ایک جسد واحد' ایک قوم بننا ہو گا۔ کسی بھی کام کو شروع کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں تاہم یہ کام ہم گزشتہ چھ عشروں سے تو کر نہیں سکے نہ ہی اس کی کوئی امید نظر آتی ہے۔ جس دن ہم اس پل کو عبور کر لیں گے ہمیں اپنا راستہ مل جائے گا۔''

اس مقصد کے حصول کے لئے ''دینی مدارس اور حکومت'' کے عنوان سے طلوع اسلام کے مارچ 2010ء کے شمارے میں شائع ہونے والے مضمون کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

پاکستان کے بارے میں عالمی رائے اور نقطۂ نظر روز بروز منفی ہوتا چلا جاتا ہے۔ امریکہ کے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے پاکستان کو دنیا کا پانچواں غیر مستحکم ملک قرار دے دیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اسرائیل اور بھارت دونوں نے اپنی نظریں ہمارے ملک پر گاڑ رکھی ہیں۔ بعض اوقات تو اسے یہود و ہنود کی مشترکہ سازش قرار دینا بھی مشکل لگتا ہے جو ہمارا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ وقت آن پہنچا ہے کہ ہم اپنے اندر جھانک کر دیکھیں اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کر لیں!!! اپنی ناکامیوں کے لئے دوسروں کو موردِ الزام ٹھہرانا اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ ہم نے اپنے گناہوں کو ازخود ہی معاف کر دیا ہے۔ یہ درحقیقت ایک بھاری ذمہ داری سے انحراف کے مترادف ہے جس کا مظاہرہ اس وقت بھی دیکھنے میں آیا جب احمدیوں کی عبادت گاہوں کو حملے کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ کسی نے کہا یہ سب کچھ بھارتی خفیہ ایجنسی را نے کیا ہے' بعض کا کہنا تھا کہ اس حملے کے پیچھے اسرائیل کا ہاتھ ہے اس طرح ہم اپنی تمام تر ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے۔ نہ ہی ہمیں یہ خیال آیا کہ اقلیتوں کے ساتھ ہمارے سلوک کی نوعیت کیا ہے؟ نہ ہی کسی نے سوچا کہ ہمارے قانون نافذ

کرنے والے ادارے کس بری طرح ناکامی سے دوچار ہوئے ہیں۔ان میں سب سے زیادہ ناقابل معافی لوگ وہ ہیں جن کا خیال ہے کہ احمدیوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ ان کے مذہبی عقائد نے انہیں ایسے ہی سلوک کا مستحق بنا دیا تھا۔ جب تک ہم اپنی خامیوں کو تسلیم نہیں کریں گے اس وقت تک کوئی تبدیلی' کوئی پیشرفت ممکن نہیں ہوگی۔ ہماری بہت سی غلطیوں' نقائص اور خامیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم نے ایک مختصر سی اقلیت کو یہ اجازت دے دی ہے کہ وہ ہمیں خوف اور بزدلی کے اندھریوں میں دھکیل دے طالبان نے ہم میں سے بعض کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اس کا ثبوت ہے۔ ہمارے تصادم پسند مُلّا ایک طویل مدت سے اسی کام میں مصروف ہیں۔ المناک واقعہ تو یہ ہے کہ میڈیا کے کچھ لوگ ان افراد کی' بول کر یا مصلحت آمیز خاموشی کے ذریعے مدد کر رہے ہیں۔ سیاست دانوں کا کردار بھی کچھ زیادہ اچھا نہیں رہا۔ان میں سے بعض وہ ہیں جو دہشت گردی کی مذمت تو کرتے ہیں تاہم احمدیوں کے حق میں ایک حرف بھی ان کے منہ سے نہیں نکلا۔ اس پس منظر میں میاں محمد نواز شریف کے بیان کو خاصا جرأت آزما قرار دیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے یہ کہہ کر کہ احمدی ہمارے (پاکستانی) بھائی ہیں ان تمام لوگوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے جو لبرل ازم کے خودساختہ دعویدار بنے ہوئے ہیں۔ میاں محمد نواز شریف کے اس بیان نے دائیں اور بائیں دونوں بازوؤں سے تعلق رکھنے والے سیاست دانوں کو حیران کر کے رکھ دیا ہے۔لبرل عناصر جو یا تو کچھ کہنا ہی نہیں چاہتے یا پھر وہ نواز شریف کے لئے کوئی اچھی بات کہنے کی اہلیت ہی سے محروم ہیں' اسی بات کو بار بار دہرانے میں مصروف ہیں کہ انہوں نے یہ بیان عوامی دباؤ سے مجبور ہو کر دیا ہے۔ مُلّا تو میاں صاحب کے خون کے پیاسے ہیں اور انہیں راہ راست پر آنے کی دھمکیاں بھی دے رہے ہیں۔ میڈیا پر دائیں بازو کے لوگ جو شریف برادران کی ہر بات پر شوروغل مچانے کے عادی ہیں' اب چپ سادھ کر بیٹھ گئے ہیں۔نواز شریف کے بیان کی سب سے زیادہ مخالفت ایک ایسی تنظیم کر رہی ہے جو ملک میں دینی اور مذہبی مدارس چلاتی ہے۔اسی سے آپ یہ اندازہ بھی بآسانی لگا سکتے ہیں کہ یہ لوگ ان دینی مدرسوں میں طلبہ کو کس بات کی تعلیم دیتے ہوں گے؟

ہم ایک جنگ لڑنے میں مصروف ہیں جو دہشت گردی کے خاتمے کی غرض سے لڑی جا رہی ہے جس میں ہماری قوم کے بہادر بیٹے اپنی بیش قیمت جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں لیکن ہم اب بھی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جب تک ہم دہشت گردوں کے سیلاب کے اصل سرچشمے اور منبع کو بند نہیں کریں گے اس وقت تک ان کے ساتھ یہ جنگ ہمیشہ جاری رہے گی۔ یہ دینی اور مذہبی مدرسے دراصل دہشت گردوں کو تیار کرنے کے ذمہ دار ہیں' انہیں بند کر دینا

ہی اس مسئلے کا حل ہے۔ چنانچہ یہی مناسب ترین وقت ہے کہ ان دینی مذہبی مدرسوں کو قومی دھارے میں لایا جائے اور ان کے لئے ایک ایسا نصاب تعلیم تجویز کیا جائے جس میں اسلامی تعلیمات اور ہدایات پر زور دینے کے ساتھ ساتھ دیگر مضامین کو بھی شامل کیا جائے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اِن دینی اور مذہبی درس گاہوں سے فارغ التحصیل طلبہ نہ صرف اسلامی تعلیمات سے بہرہ مند ہوسکیں گے بلکہ انہیں اس دنیا کے بارے میں بھی وسیع معلومات حاصل ہوں گی جس میں ہم سب اپنی اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس طرح کی مخلوط تعلیم کا بہترین نمونہ جاوید احمد غامدی ہیں۔ ازراہ کرم یہ بات نوٹ کیجئے کہ میں نے ان کے نام کے ساتھ مولانا کا سابقہ استعمال نہیں کیا نہ ہی انہیں اس کا کوئی دعویٰ ہی ہے۔ ورنہ ہمارے ملک میں ایسے ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو بڑے بڑے مذہبی خطابات کے سابقے اور لاحقے اپنے ناموں کے ساتھ لگاتے ہیں لیکن اسلام کے بارے میں ان کی معلومات نہ ہونے کے برابر ہوتی ہیں۔

جاوید احمد غامدی' ایک حقیقی سکالر ہیں اور اسلامی ادبیات کے علاوہ بھی دیگر عالمی مذاہب کے ساتھ ساتھ عالمی امور پر بھی انتہائی گہری نظر رکھتے ہیں۔ آخر وہ ایسے کیوں ہیں اور آخر وہ کیا چیز ہے جس نے انہیں ایسا بنایا ہے کہ وہ ایک مذہبی جنونی کی طرح ہر اس شخص کو واجب القتل نہیں سمجھتے جو ان کے عقائد اور نظریات سے اتفاق نہیں کرتا۔ وہ ایک ایسے عالم شخص ہیں جو جدید علوم پر گہری نظر رکھتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو ایک ایسے تناظر میں پیش کرتے ہیں جسے پڑھا لکھا طبقہ بآسانی سمجھ سکتا ہے وہ کسی بھی مسلمان سے کم ہرگز نہیں ہیں لیکن کیا آپ یہ تصور کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے نظریات سے اختلاف رکھنے والوں کے خلاف کبھی بندوق بھی اٹھا سکتے ہیں۔

ہمارے مذہبی اور دینی مدرسوں سے بھی ایسے ہی عالم پیدا ہونے چاہئیں۔ ممکن ہے وہ جاوید احمد غامدی کی طرح صاحب علم و آگہی نہ ہوں لیکن کم از کم اپنے مذہبی عقائد کے علاوہ انہیں سائنس' جدید ٹیکنالوجی اور جدید دنیا کے بارے میں تو علم ہوگا!

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسا شخص تمام تر اختلافات کو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کر سکے گا۔ یہ اختلافات نسل' رنگ' زبان' لسانیت اور مذہبی نوعیت کے ہو سکتے ہیں بہرکیف ایسی شخصیت کی تخلیق آسان نہیں ہوگی کیونکہ ہم میں سے بہت سوں کو بحث ومباحثے اور تبادلہ خیال کے دوران' اختلافات کو برداشت کرنے کی عادت بالکل بھی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ تعلیم یافتہ افراد بھی اس سے مبرا نہیں ہیں اور اختلاف رائے کو برداشت نہیں کرتے لیکن کوشش کر کے دیکھ لینے میں حرف ہی کیا ہے؟ آپ پوچھیں گے کیوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے مستقبل کا دارومدار ہی اسی بات پر ہے۔ ہماری قومی نفسیات' اردو اور انگریزی میڈیم

سے فارغ التحصیل ہونے والے افراد کے مابین تقسیم ہو چکی ہے۔ مذہبی اور دینی درس گاہوں سے پڑھ کر آنے والے طلبہ اس کے علاوہ ہیں۔ ناخواندہ اور اَن پڑھ لوگ بھی ہیں جو اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ اب آپ ہی بتایئے کہ جس قوم میں اتنے اختلافات اور نقطہٗ ہائے نظر موجود ہوں، وہ ایک مربوط قوم میں تبدیل کیسے ہو سکتی ہے؟

تعلیم کے محاذ پر ہونے والی جنگ قوم کی بقاء اور خوشحالی کے لئے ازبس ضروری ہے۔ ہمیں حقیقی معنوں میں ایک جسدِ واحد ایک قوم بننا ہوگا۔ کسی بھی کام کو شروع کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں تاہم یہ کام ہم گزشتہ چھ عشروں سے تو کر نہیں سکے نہ ہی اس کی کوئی امید نظر آتی ہے۔ جس دن ہم اس پل کو عبور کر لیں گے، ہمیں اپنا راستہ مل جائے گا۔

بایزید یلدرم

صابر صدیقی صاحب کا نام طلوعِ اسلام کے حلقوں میں تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ طلوعِ اسلام ٹرسٹ سے ان کی کتابیں ابلۂ مسجد' اور کن فیکون شائع ہو کر قارئین سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ''بایزید یلدرم'' ان کا ایک تاریخی ناول ہے جو انہوں نے بہت محنت سے لکھا ہے۔ یہ ناول ادارہ طلوعِ اسلام سے رعایتی قیمت -/150 روپے علاوہ ڈاک خرچ میں دستیاب ہے۔

نظریۂ خیر

ادارہ طلوعِ اسلام کے چیئرمین ڈاکٹر انعام الحق صاحب کا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ بعنوان ''نظریۂ خیر' فلسفۂ اخلاق اور قرآن کی روشنی میں'' شائع ہو گیا ہے۔ یہ فکر انگیز تصنیف ادارہ طلوعِ اسلام 25 بی' گلبرگ 2' لاہور سے دستیاب ہے۔ 534 صفحات کی اس کتاب کی قیمت -/300 روپے ہے۔ 50 فی صد کی خصوصی رعایت کے بعد صرف -/150 روپے میں علاوہ ڈاک خرچ ادارہ طلوعِ اسلام سے دستیاب ہے۔

یکے از مطبوعات باغبان ایسوسی ایشن

ریزولیوشن نمبر 26' مورخہ 20-5-2010 کے ذریعہ محترم ڈاکٹر حامد حسین ولد محمد بشیر احمد' بلاک C' ڈیرہ غازی خان کو باغبان ایسوسی ایشن کے نائب صدر نمبر 3 مقرر کرنے کی توثیق کی جاتی ہے۔

ملک حنیف وجدانی' صدر باغبان ایسوسی ایشن' سنبل سیداں' نیو مری

LAWS OF NATURE

By

Maj Gen (Rtd) Ihsan-ul-Haq

وحرام علی قریة اهلکناها انهم لایرجعون. حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وهم من کل حدب ینسلون .

"For those nations once dead, it becomes impossible to come to life again until Gog and Magog (fiery imperialist powers) invade the weaker powers from all directions and this exploitation rekindles struggle for life and power once again." 21/95-96

So far, we have seen that according to the Quran, individuals who adopt the divine value system as their way of life, become "bigger" human beings, their personalities develop and they graduate into a higher state of life after they die. Communities and states which have the Quran to guide their collective lives, become leaders of the world, live in peace and plenty and help and guide humanity live the same way, providing the less developed nations with nourishment to enable them to stand on their feet. Individuals who do neither believe in divine value system nor act according to it but insist on a way of life in which their own immediate good is preferred to promotion of a just and equitable society, become "lesser" men. Their personalities do not develop and they do not graduate into a higher way of life at death; they perish, their growth having stopped. Communities and states which prefer to live without any value system as a guide, live a miserable life. They get left behind in the race of life until they perish away and history, sometimes, even forgets them completely. This is a simple enough statement, not involving too much philosophy. However, the Quran goes a step further and describes in concrete terms the society which is established visibly as a result of actions of both these parties. The good way of life is called 'Jannat' (paradise) and the bad way of life is called 'Jaheem' (stagnation) or 'Jahannum' (Hell). The Quran describes these societies as established by humans themselves, by dint of their own good or bad deeds, in great detail and I shall summarize only a few of their important characteristics. Before I do that, let me reiterate that the Quran does not describe the state of life in the hereafter at all. It only alludes to it in a few places, states categorically that it will be better than what they have seen in this world and tells the more curious ones that it can not be understood by you in real terms but only by comparing it to the 'Jannat' you have made in this life by dint of your own effort.

First, the 'Jannat' ;

ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون.

"Surely, those who say our Lord is Allah, then continue on the right way, they will not be afraid of any thing nor will they have any anxiety for the future." 46/13

They would have conquered nature and would be living in harmony with the laws of nature. Therefore, they will have no fear. Their own constructive actions and guarantee provided by their society against all exigencies of life will earn them a life in which they have no anxiety.

.....ومغفرة ورزق كريم....

"Their income will be hard earned with which they enjoy an honorable economic life." 8/4

...ان الابرار لفي نعيم.

"Such constructive people will be in great comfort." 82/13.

This comfort will continue as long as they and their society remain on course.

كلا ان كتاب الابرار لفي عليين.

"They will be enjoying a high status." 83/18

على الارائك ينظرون. تعرف في وجوههم نضرة النعيم. يسقون من رحيق مختوم. ختامه

مسك وفي ذلك فليتنافس المتنافسون. ومزاجه من تسنيم. عينا يشرب بها المقربون.

"Well set on places from where they will be in control. You will be able to see from their fresh appearances that they are enjoying a life of comfort. They are given to drink of a pure drink, sealed. The sealing of it is with musk. And, for that let the aspirers - aspire. This water comes from fountain on high, a fountain from which drink only those who have achieved nearness to God by their constructive actions." 83/23-28

وجوه يومئذ ناعمة. لسعيها راضية. في جنة عالية. لاتسمع فيها لاغية. فيها عين جارية. فيها

سرر مرفوعة. واكواب موضوعة. ونمارق مصفوفة. وزرابي مبثوثة.

"Their faces in their lives will be happy. They will be well satisfied with the compensation for their hard, constructive work. They will be in lofty gardens wherein you will hear no vain talk. Therein will be fountains flowing. Their thrones will be high with drinking cups ready for them to be served. And, cushions set in row and carpets spread out." 88/8-16

Basic needs like food, clothing, accommodation will be guaranteed.

ان لك الا تجوع فيها ولاتعرى. وانك لاتظمأ فيها ولاتضحى

"In it you will never go hungry or naked. You will never go thirsty and will never exposed to the sun's heat." 20/118-119

And the basic needs will be fulfilled at a highly comfortable way of life.

حدائق واعنابا. وكواعب اترابا. وكاسا دهاقا. لايسمعون فيها...

"Therein will be gardens and vineyards (drinks with no intoxicating effect – non alcoholic beer!) and pure cups-drinks with nourishing rather than intoxicating effect. They will not hear vain words or lying." 78/32-36

Sounds familiar when you travel to the developed west – does it ? I hope so. The Quran goes on and on to draw a beautiful picture of the way of life a good people ought to work hard and constructively to achieve in this life. Those who do not take up this challenge and spend their lives not in acquiring technology to conquer nature for the benefit of humanity but in the observance of meaningless rituals inherited from their forefathers, are condemned to a hellish life a summary of which I will give in the next paragraph.

Like 'Jannat' (paradise), the Quran devotes a large part of it to describe in great detail the 'Jahannum' (Hell), the humans create for themselves in this world as a result of their inaction or unproductive actions. I shall give only a brief summary. The most frequent and a highly descriptive term Quran uses for 'Jahannum' is 'Al–Naar' ________ "Fire", a society where human endeavors produce no beneficial results, or end up in smoke. The non-beneficial results are plenty.

ومن اعرض عن ذكري فان له معيشة ضنكا ونحشره يوم القيامة اعمى.

"Their economy will be straitened." 20/124

They will not have enough to live on and hence be dependent upon others for their basic needs.

وان الفجار لفي جحيم.

"Their growth will be stunted so that they will be unable to graduate to the next, higher phase of life." 82/14

As a result of their unproductive actions, they would have created unevenness in society. People would, therefore, not cooperate in any good ventures that leaders might contemplate.

كلا ان كتاب الفجار لفي سجين.

"They will be as if in a prison, not in a position to take any action because they are not free." 83/7

The state of their society will be such that actions will not produce results.

الذي يصلى النار الكبرى. ثم لايموت فيها ولايحيى.

"He will enter in such a state where endeavors are not suitably rewarded and hence end up in smoke. He will not die so that he does not escape this ignominious punishment. And, although he will be breathing, he will not be counted among the vibrant living." 87/12-13.

Such are dead nations, condemned to live the misery.

وجوه يومئذ خاشعة. عاملة ناصبة. تصلى نارا حامية. تسقى من عين انية. ليس لهم طعام الا من ضريع. لايسمن ولايغني من جوع.

"Their faces will be downcast. They will be laboring and toiling but only getting tired in the process because they will not get adequate compensation for their work. Their efforts will only take them nearer to the fire of destruction. Their water will be from a hot boiling fountain. They will eat of what other have thrown away as unfit for themselves to eat. Such good will not only, not properly nourish them but will not take away from their hunger." 88/2-7

The leaders, who have accumulated power and wealth by exploiting the weak, will be in a state of shock.

قلوب يومئذ واجفة. ابصارها خاشعة. يقولون ائنا لمردودون في الحافرة.

"Their hearts will be palpitating on account of anxiety. Their eyes will be downcast on account of shame. They will not believe that they have been reduced to the same state as they were in before they started their exploitation. They will be like bones without marrow." 79/8-10.

Occasionally, they will make half hearted efforts to change their state of life. But their efforts will come to naught because they were not sincere in their efforts.

ان الذين كفروا باياتنا سوف نصليهم نارا كلما نضجت جلودهم بدلناهم جلودا...

"Their evil actions bring them to such a pass where their efforts will end up in smoke. They will try to put up a fight but will be crushed. They will try again after re-equipping themselves. But they will again face destruction." 4/56.

Their life will be a long state of wretchedness and misery.

في سموم وحميم. وظل من يحموم. لابارد ولاكريم.

"In hot winds and boiling water and shadows of black smoke, neither cool nor refreshing." 56/42-44.

لاكلون من شجر من زقوم. فمالئون منها البطون. فشاربون عليه من الحميم. فشاربون شرب الهيم.

“Eat of the tree Zaqqum, (a little forest plant with a nasty smell) and fill your bellies with it and drink after it of boiling water and drink as drinks the thirsty camel.” 56/52-55.

Sounds familiars, does it not when you travel in much of the Muslim world today? Compare this to the life of ‘Jannat’ as described earlier and comprehend the difference between the standards of life of the developed world and the third world. I have given only a brief summary of the type of living conditions that are created by bad people of their own free will. The Quran gives many more details.

CONCLUSION

Let me conclude. A lot of sound planning and hard, consistent work has gone on to create this universe. Forces of nature work under strict discipline, in a predictable manner determined for them, to run the universal machinery in smooth way. An inexhaustible treasure of provisions has been spread about the universe to sustain comfortable life for generations to come. This is God’s’, or if you prefer, nature’s free gift to man. It would be a great pity if humanity did not appreciate this gift. It would be in its personal interest if it would harness its energies in a constructive manner and in harmony as mankind. It should exploit these bounties and make use of them to set up a peaceful and prosperous living. To shun the joys of this world, as some philosophies would have us do, would be tantamount to denying ourselves the pleasure so readily available.

These pleasures could be enjoyed to their maximum extent only if humanity decided to proceed about it as one entity. Humans have been given a free choice. They can live together as one family, sharing the comforts and hardships they create for themselves. Or individuals, tribes, nations or groups of nations could work in their best selfish interest only to ensure peace and prosperity for themselves even though, at times, it may be at a cost to others. Understandably, such course of action might create conflicts. A study of history of civilization shows that humanity has been trying to live in peace as a community throughout the ages. Wise people have been offering their advice on adoption of certain rules for individual and collective live to ensure elimination of conflicts. In the process, mankind has learnt through centuries of war and peace.

Amongst the wise men mentioned above, there have been many in most parts of the civilized world who have proclaimed that they are messengers of God. Many people do not feel that any interference from the outside is called for when formulating value systems for human conduct. While they are welcome to their views, Islam contributes to that concept where a broad, permanent value system is given by God rather than evolved by human intellect. Islam encourages humanity to live by the law. They are perfectly at liberty to choose the law they wish to live by. Such laws should be clearly defined and publicly announced so that other participants in the game of life are aware of what they are dealing with. Islam has the highest respect for all wise people, whether messengers of God or otherwise, who have contributed their thoughts for framing a philosophy of live. While contributing its own humble bit in this pool of knowledge, it invites people of different philosophies to come together on a minimum common program in the first

instance. As they work together at peace with each other they are likely to learn from each other and hopefully enlarge the common ground among themselves. This is the spirit in which this book has offered Islamic permanent values in various fields of individual and collective life.

Two things are immediately noticeable in this list of permanent values. One is that it is a very short list. For a way of life which claims to be operative for all times to come, it has quite appropriately very few details to offer. Surely, this is how it should be. The universe is constantly changing. Scientific discoveries bring about changes in life style every so often. Humanity must respond with new rules of the game of changing times. A touch of the permanence is necessary to bring about and maintain a minimum common program of action by entire humanity on a long-term basis. Within a permanent structure, details will differ from place to place and time to time. Permanence, provided restricted to minimum, is also helpful in promoting stability in law. An example might help. The Quran has prescribed the death penalty for a proven, deliberate murder, for all times to come. People who do not believe in permanent values have been varying in their response to this crime. The death penalty has been imposed on occasions, eliminated at other times and then re-imposed after some thought and experience. So long as it is done in good faith, it is understandable because humans learn from experience. God, offers to help. He suggests that He be trusted to make a good decision for His people. It will help lend stability to law. The Quran does claim that after a lot of trial and error, humanity will come round to the idea of a death penalty for a proven, deliberate murder. Trial and error is, perhaps, an exercise in futility when a feasible alternative is available.

In this short list of permanent values, it stands out that there is relatively large number of values governing family life. This would appear to be so because God lays great stress on harmony in homes and also feels that changes in life styles over centuries will make relatively little impact on home life. History has proved this premise to be correct. Harmony or lack thereof in home lives has led to rise and fall of nations in the past. As at today, the West with its mastery of science, technology and good values in many spheres of life, appears to be vulnerable on the home of front. God has offered "no sex outside marriage" as a permanent value. Non enforcement of this innocuous looking value is resulting in major evils in society. Non payment of attention to it will surely result in major disasters in the future.

The second noticeable thing about this list is the discovery that humanity has a lot many values in common. I must have missed out a few values mentioned in the Quran but let me assure you they will not be too many. Notice how many of these agree with proclaimed value systems of other religions, wise men or philosophical schools of thought. If all schools of thought were to draw up a list of their value systems, humanity might discover that they have little to fight about. Of course, there are differences. These should be resolved in a peaceful, rational manner. Of course, each ideology, including Islam, claims that theirs' is the best value system of them all. Remaining within an agreed common framework let each ideology live according to its own wish and let others live according to theirs. History of civilization, so far indicates that man is quite capable of learning from each other. Take slavery as an example. Nations and countries have a long history of denial of freedom and dignity to man. Some very wise people in the past have termed slavery as an essential ingredient of society. It has brutally been practiced in some very highly developed countries in the recent past. But it is nearly universally recognized as an evil in modern times. Surely, this is a tribute to humanity, learning from experience.

The main aim of this book is to suggest to the Muslim world that making Islamic laws in modern times is possible. The whole Muslim world believes in ONE Quran. It is possible to draw up a list of "Limits of Allah". This foundation would serve as the common platform on which each Muslim country would build a structure suitable for themselves. To draw up commons programs, applicable to all Muslim countries, they already have a very well established old institution - Hajj. It would serve them well if they made use of this. It would promote unity amongst the Muslim countries because they have an agreed upon "Limits of Allah" as their common foundation. Within each Muslim country, it is imperative for it to agree on a method of legislation. I have suggested one method in this book.

Unity of Muslim countries must lead to unity of the world. Most ideologies including Islam, have been advocating this since the advent of civilization. In modern times, all countries, developed under-developed alike, have realized that peace and prosperity on earth are only possible when all countries live in accordance with an agreed upon set of rules. Islam has a very fine value system to offer. Let the Muslims define it in a rational way and present it in the forum of United Nations. But the Muslims have to agree among themselves in the first instance. This book is a humble contribution with that aim in view.

The End

===================

ENJOY YOUR STAY AT

HOTEL PARKWAY (PVT.) LTD.

NEAR RAILWAY STATION – LAHORE

ALL COMFORTS AVAILABLE:

- T.V. & FAX
- AIR-CONDITIONED
- TELEPHONE EXCHANGE
- CAR PARKING
- LIFT, INTERNET
- EXCELLENT SERVICE

PH:0092-42-36365908-12, FAX: 0092-42-36311923,
E-mail:hotel_parkway@yahoo.com